١١ر اگست ١٩٧٠ء

بھئی عفت!

تمہارا پُراندوہ خط آئے بہت دن ہوئے۔ لیکن کشاکش غمِ پنہاں سے فرصت کا انتظار ہے۔ یہ گھڑی آگئی۔ اور تمھیں مخاطب نہ کر سکا۔ جس کا انتہائی افسوس ہے۔ کیا پُرآشوب زمانہ ہے۔ شاید یہ زمانہ ہر دَور میں ایسا ہی پُرآشوب ہوتا ہے۔ کہیں سے امن و عافیت کی خبر نہیں آتی۔ ہر طرف ہلاکت و غم کی گرم بازاری ہے۔

طبیعت اُمید ہے کہ اب تو قدرے بہل گئی ہوگی۔ اس بوجھ کو قرطاس و قلم کے حوالے کر دو۔ ہلکا ہو جائے گا۔ جینے کے لیے کوئی نہ کوئی بہانہ ڈھونڈنا ہی پڑتا ہے۔ اور خدا نے تمھیں تو تخلیق کا جوہر دیا ہے۔

ان دنوں کیا لکھا لکھا یا ہے؟

میاں خالد کیسے ہیں۔ پھوپھی اماں کیسی ہیں۔ سلام کہو۔

اب عید کی مبارکباد کیسے دوں؟

خالد

١٤ر اکتوبر ١٩٧٠ء

بھئی عفت!

تم ناراض تو بہت ہوگی۔ کہ خط لکھے اتنی دیر ہو گئی۔ لیکن کوئی خیر خیریت کی خبر نہیں۔ میں ایک مہینے سے کراچی سے باہر چلا گیا تھا۔ واپسی پر تمہارا خط دیکھا۔ بس آج کل کرتے کرتے یہ دن آگیا۔

عید قربان کی مبارکباد قبول کرو۔ اور غصہ تھوک دو۔

ان دنوں موسم تو خوش گوار ہوگا۔ اَب تمہاری آنکھوں کا کیا حال ہے۔ اپریشن کی ایسی کیا ضرورت پیش آگئی تھی۔ دلِ بیدار و چشم روشن کے بغیر اہل قلم کا گزارہ کہاں؟ پچھلے دنوں دو تین پرچوں میں تمھارے دل کش افسانے پڑھے۔ نقش ڈائجسٹ، الشجاع۔ اور غالباً زیب النساء (لاہور) سالنامہ۔

اور کیا حال احوال ہے۔ آج کل کیا لکھ پڑھ رہی ہو۔ حیدرآباد کی علمی و اَدبی فضا کیسی ہے؟ تم بھی کبھی اس میں شریک ہوتی ہو یا نہیں؟

میاں خالد کیسے ہیں۔

پھوپھی اماں کیسی ہیں۔

خدا تم کو تندرست و شادمان رکھے۔
کراچی آنے کا (بغرض ملاقات عزیزاں) ارادہ کیا ملتوی ہوگیا؟ یا منسوخ؟
خیری صاحب اب بخیریت ہیں۔ غالباً اُنھوں نے تمھیں اس دوران خط لکھا ہوگا۔ ان کی بیگم تمھیں بہت یاد کرتی ہیں۔
ملاقات پر اکثر و بیشتر تمھارا تذکرہ رہتا ہے۔

خالد

---

۱۲ نومبر ۱۹۸۰ء

بھئی عفت

تمھیں یہ بیٹھے بٹھائے کیا عارضہ ہوتا جا رہا ہے۔ زندگی کی نعمت بڑی گرانمایہ ہے۔ اور نایاب بھی۔ تم کیوں یوں مایوس، منفی، اور مردم بیزار نظر آتی ہو۔ زندگی کے مصائب کا صبر اور حوصلے سے مقابلہ کرنا چاہیئے۔

"اے رب ہم کو طاقت دے کہ ہم ان اُمور کو سکون اور استقامت کے ساتھ قبول کر سکیں۔ جن کو بدلا نہیں جا سکتا۔ اس کی ہمت اور حوصلہ دے کہ ہم ان اُمور کو بدل سکیں جو بدلے جا سکتے ہیں۔ اور جن کو بدلنا چاہیئے۔ اور اے مالک! اس کی سمجھ دے کہ ہم ان میں امتیاز کر سکیں۔"

تمھاری تحریر دیکھ کر مجھے دلی تکلیف ہوئی۔ آخر ہمارے آس پاس جو لوگ ہیں۔ وہ سب مسرور و مطمئن ہیں؟ اور حسب منشا زندگی بسر کر رہے ہیں؟ اتنی سمجھ دار ہو کر ایسی نادانی کی باتیں کرتی ہو۔ افسوس بھی ہوتا ہے۔ تعجب بھی اور دکھ بھی!
خدا کے لیے اپنے ذہنی رویے پر نظر ثانی کرو۔ آخر تم نے لکھنا لکھانا کیوں ترک کر دیا ہے؟
اس سے بہتر زہر غم کا تریاق کون سا ہے؟
میاں خالد کیسے ہیں۔ کیا کر رہے ہیں۔
بھوپھی کیسی ہیں۔ سلام و دُعا کہو۔

خالد

بھئی عفت!

میں انتہائی شرمندہ ہوں۔ کہ اتنے دنوں تم سے مخاطب نہ ہو سکا۔ میں مارچ کے دوسرے ہفتے سے لاہور میں ہوں۔ تبادلے کی وجہ سے۔ بچے ابھی کراچی ہی میں ہیں۔ جون میں فاروق اور لبنیٰ کا میٹرک کا امتحان ہے۔ اس کے بعد ہی ان لوگوں کے آنے کا

امکان ہے۔ سب سامان (کتابیں) وغیرہ بھی وہیں کراچی میں ہے۔ یہاں میں تن تنہا ہوں۔ اس انتشار کی وجہ سے تمھاری خیریت بھی دریافت نہ کرسکا۔ اگر تمھارے دل میں کوئی ملال ہو تو نکال دو۔

یہاں شروع بہار بھی ہے اور آمد گرما بھی۔ تمہارے ہاں کیا کیفیت ہے۔ تمہارا اضمحلال تو اُمید ہے کہ اب ختم ہوچکا ہو گا۔ زندگی سی پیاری، قیمتی اور انمول چیز کو وہم و وسواس کے حوالے نہیں کرنا چاہیئے۔

خالد کو پیار دو۔

اور پھوپھی اماں کو سلام۔

آج کل نئی چیز کون سی لکھی؟

کہاں چھپی ہے؟

خالد

بھئی عفت!

تمھارا خط آئے بہت دن ہوئے۔ کوتاہی میری ہے۔ کہ تمھیں اکثر یاد کرنے کے باوجود تم سے مخاطب نہ ہوسکا۔ میں ۱؍ ۔ سے لاہور آگیا ہوں۔ بچے ابھی تک امتحان کے سلسلے میں وہیں تھے۔ امتحان ختم ہوئے تو اب آئے ہیں۔

والد صاحب کا ۳؍جون کو انتقال ہوگیا۔

بس یہ دن یونہی افراتفری میں گزرے۔ اب بھی ذہنی سکون میسّر نہیں۔

تم سناؤ کیا حال احوال ہیں۔ کیسے گزر رہی ہے۔ کل ہی نقش میں تمھارا ایک افسانہ پڑھا۔ جو غالباً اُنہوں نے "بیسویں صدی" سے نقل کیا ہے۔

کیا لکھ پڑھ رہی ہو۔

میاں خالد کیسے ہیں۔ ان کی تعلیم کا کیا حال ہے۔ کلاس میں کیسے ہیں؟

پھوپھی اماں کیسی ہیں۔

تم کیسی ہو؟

خالد

بھئی عفت!

کیسی ہو۔؟
کس حال میں ہو؟
خدا کرے کہ تندرست و توانا خورسند و خرم ہو۔
اپنی خیریت کا جلد پتہ دو۔

طالب حال
خالد

---

۲۰ / جون ۱۹۷۸ء

بہ آب و رنگ ہنر حقیقت نگر فسانہ نگار عفت!
تمہارے نانا پہ نظم ارسال کر رہا ہوں۔
قبول ہو تحفۂ محبت؟
لکھو کہ کیسی ہو۔

کر رہی ہو غم نہاں سے نباہ کیسے؟
تمہارے لیل و نہار کیا ہیں؟ کوائف روزگار کیا ہیں؟
قلم کی جولانی و روانی وہی ہے؟
خالد کا کیا حال ہے
وہ کس جماعت میں پڑھ رہا ہے۔
تمہاری تنہائیوں میں شیرینی گھولتا ہے؟
عطا ہوا ہے اسے بھی ذوقِ سخن سے بہرہ؟
سروش اس پر بھی اس کی ماں کی طرح
پر افشاں و مہرباں ہے؟

بہ خلوص و نیاز
خالد

۱۷ دسمبر ۱۹۷۹ء

عفت جی !

کراچی سے میں نے ایک خط تمھیں بھیجا تھا۔ جس میں مولانا حسرت موہانی پر میری نظم بھی ملفوف تھی۔ معلوم نہیں۔ تمھیں ملا یا نہیں۔

کیسی ہو۔

روز و شب کیسے گزر رہے ہیں۔

کیا مشاغل ہیں۔

تمھارے افسانے ان دنوں بہت سے ڈائجسٹوں میں دیکھے۔ طبیعت بڑی خوش ہوئی۔

میاں خالد کیسے ہیں۔ اور کون سی کلاس میں ہیں ؟

خالد

---

۲۱ جنوری ۱۹۸۰ء

عفت بی ! السّلامُ عَلیکُم

تمھارا ۱۶ جنوری کا خط کل شام ملا۔ جواب کی توقع کم تھی۔ اس لیے بہت زیادہ مسرت ہوئی۔ تمھارے ابتلا کا پڑھ کر انتہائی رنج ہوا۔ تمھاری ہمّت اور حوصلہ ہے کہ ان رُوح فرسا حالات کا اس پامردی اور توانائی سے مقابلہ کر رہی ہو۔ خدا تمھارا حافظ و ناصر ہو۔ کہ وہ اولوالعزموں کو ہمیشہ عزیز رکھتا ہے۔ اب تو میاں خالد بھی ماشاءاللہ جوان ہو گئے ہیں۔ اور انھیں تمھارے لیے ایک ولولۂ تازہ کا سبب بننا چاہیئے۔ خدا اسے شاد و بامراد رکھے۔

تمھارا ذریعۂ معاش کیا ہے ؟

قلم سے تو روٹی کمانا اور آبرومندانہ زندگی بسر کرنا ہمارے معاشرے میں ایک خوش آیند تصور کے سوا کچھ نہیں۔ عجیب بے حس، زر پرست ذہنیت ہے۔ جو کتاب اور صاحب کتاب کو تو فضول سمجھتی ہے۔

کن لوگوں سے ملنا جلنا ہے۔ کیا مصروفیت رہتی ہے۔

نبیٔ کے دو بچے ہیں۔

ارمغان جاوید	سوا تین سال کا
فرقان جاوید	دو مہینے کا

اس کے میاں فوج میں میجر ہیں۔
فاروق۔ ایم۔ بی۔ اے کر کے کچھ کاروبار کی سوچ رہا ہے۔
عنیزہ ہوم اکنامکس کے چوتھے سال میں ہے۔
جو خط میں نے تمھیں لکھا تھا۔ منظوم ہونے کی وجہ سے اس کی نقل میرے پاس محفوظ رہی۔ ارسال ہے اور اس کے ساتھ ہی وہ نظم بھی۔
کتابوں کی فہرست بھی ملفوف ہے۔
اپنے بارے میں تفصیلاً لکھو۔
میاں خالد اُردو کیوں نہیں پڑھ سکتے؟
قرآن بھی نہیں پڑھ سکتے ہوں گے۔ خود کیوں نہیں پڑھایا؟

خالد

۲ر جون ۱۹۹۰ء

عفت بیگم!

تمھارا تازہ خط تو بڑے قلق و اضطراب کا باعث ہوا۔ آخر تم نے اپنے نازک اعصاب کو اتنا کشیدہ کیوں کر لیا ہے؟ ایسی بھی ذکاوتِ حس کیا جو بلائے جاں بن جائے۔ زندگی کی نعمت کا کفران نہیں کرنا چاہیئے۔ جینا، خوش رہنا، مثبت طور پر سوچنا، تندرست رہنا، ناامید اور ڈانواڈول نہ ہونا ہمارا فرض ہے۔ اس میں اپنی حد تک کوتاہی نہیں کرنی چاہیئے۔ یہ زندگی تو ہمت، یقین اور آرزومندی ہی سے بسر ہوتی ہے۔ تم بار بار بڑھاپے کا ذکر کیوں کرتی ہو۔ احساس پر کہولت طاری نہیں ہونی چاہیئے۔ جذبات جوان رہیں۔ جینے کی اُمنگ اور ترنگ کم نہ پڑے تو جوانی پیری کو پیچھے دھکیل دیتی ہے۔

تمھاری کہانیاں نظر سے گزرتی رہتی ہیں۔ ابھی کل ہی جون کا "حنا" دیکھا۔ اس میں تمھاری ایک کہانی "راز دان اپنا" اور ایک ناول کی قسط "پیاس اور سراب" شامل ہیں۔ یہ تحریریں تم خود بھیجتی ہو۔ یا پرچے والے اِدھر اُدھر سے خود ہی نقل کر لیتے ہیں؟

کتابوں اور رسالوں پر آمد و رفت کی پابندی نے ضیقِ نفس کی کیفیت پیدا کر رکھی ہے۔ خدا کرے کشادِ قلب و نظر کا کوئی سامان پیدا ہو۔ گفتگو کی کوئی صورت نکلے۔

لکھنے سے دل کو اُچاٹ نہ کرو۔ تخلیق تو زہرِ حیات کا تریاق ہے۔ تمھاری پہچان ہے۔ تمھارا اثبات ہے۔ میاں خالد کون سے نسیم صاحب کے پاس گئے ہیں۔ کس سلسلے میں؟

ان کے آگے عزائم کیا ہیں؟

حیدر آباد میں کن لوگوں سے میل ملاقات ہے؟

کیا جیلانی بانو سے راہ و رسم نہیں؟
کیا تم وہاں کے ادبی پرچوں میں نہیں لکھتیں؟
تمھاری آخری کتاب کون سی تھی اور کب آئی تھی؟
اب تمھارے خط کا اب و لہجہ حوصلہ مندی اور گرم جوشی کا ہونا چاہیئے۔
میاں خالد کو دعا

خالد

---

۱۸ اکتوبر ۱۹۸۰ء

بھئی عفت!

میں نہایت شرمندہ ہوں کہ میری وجہ سے تمھیں اتنی ذہنی کوفت ہوئی۔ سوچتا رہا کہ ذرا فراغ خاطر میسّر ہو تو تمھیں مفصّل خط لکھوں۔ یعنی اپنی کچھ نئی چیزیں بھی بھیجوں۔ میں اس ساعتِ سعید کے انتظار ہی میں رہا۔ اور تمھارا عتاب نامہ آپہنچا۔ فی الوقت تو حج اور عید کی مبارک باد قبول کرو۔ چیزیں بعد میں کسی وقت بھجواؤں گا۔ چند شعر البتہ پشت پر درج ہیں۔

پونم کون سا پرچہ ہے۔ کسی زمانے میں اس نام کا ایک پرچہ حیدر آباد سے نکلا کرتا تھا۔ لیکن وہ تو میری اطلاع کے مطابق مدتیں ہوئیں مرحوم ہو چکا۔ خدا کرے کہ میری اطلاع غلط ہو۔ اور وہ زندہ و تابندہ ہو۔

تمھارا ایک ناول قسط وار "حنا" میں چھپنا شروع ہوا ہے۔
اور کیا شغل اشتغال ہیں۔
میاں خالد کیسے ہیں؟

خالد

---

۱۷ جولائی ۱۹۸۱ء

عفت بیگم! السلام علیکم!

تمھارے دونوں دلنواز خط معہ تراشوں کے ملے۔ تم میرے بارے میں جس عقیدت و محبت کا اظہار کرتی ہو۔ اسے دیکھ کر میں نہایت نادم ہوتا ہوں۔ میں تو ایک حقیر، کم سواد اور کس مپرس شخص و شاعر ہوں۔ میں نے اپنے بارے میں ایک دفعہ لکھا

تھا۔

ع خالد اِک ناکام شاعر
خالد اک ناکام شخص

یا پھر ع فسردہ دل ہوں کہ ہر محاذِ حیات پر ہوں شکست خوردہ

ویسے تمہاری باتوں سے مجھے خوشی بہت ہوتی ہے۔ میرے بارے میں یوں سوچنے سمجھنے والا شخص تمہارے علاوہ کوئی دوسرا نہیں ہے۔

تمہارا شکریہ کیسے ادا کروں۔ سمجھ نہیں آتا۔
سوائے اس کے کہ۔
تم سلامت رہو ہزار برس

اور کیا حال احوال ہیں۔

میاں خالد معاشی طور پر کیا کرنے کا سوچ رہے ہیں؟ خدا کرے کہ وہ اپنا بوجھ بھی اُٹھا سکے۔ اور تمہارا بوجھ بھی بٹا سکے۔

تمہاری صحت کیسی ہے۔ کن لوگوں سے میل ملاقات رہتی ہے۔؟

خالد

---

۱۸ اگست ۱۹۸۱ء

عفت!

تم نے بہت عرصہ ہوا۔ ایک دفعہ اس خواہش کا اظہار کیا تھا کہ میں قرآن پاک کا ترجمہ کروں۔ نجانے کیسے پچھلے دنوں مجھے یہ خیال آیا۔ اور میں نے آخری پارے سے بسم اللہ کی۔ وہ تو مکمل ہو چکا۔ مختلف سورتیں چند ڈائجسٹ پرچوں میں شائع ہو رہی ہیں۔ دو چار نمونے ارسال ہیں۔ میں نے کوشش کی ہے کہ ترجمہ لفظ بہ لفظ ہو۔ برجستہ ہو اور ممکنہ حد تک (یعنی میری حدِ امکان تک) شعریت کا حامل بھی ہو۔

وما توفیقی الا باللہ!

اب تم بتاؤ کہ یہ تینوں مقصد کس حد تک پورے ہو رہے ہیں؟

والسلام

خالد

یہ خط مقبول احمد دہلوی نے گم کر دیا تھا۔ میں نے "حنا" ڈائجسٹ لاہور بابت ۱۵ اگست ۸۱ء سے نقل کیا۔

---

۲۵ راگست ۱۹۸۱ء

عفت بیگم !

گرمی سہی مزاج میں لیکن نہ اس قدر !

ایسی بھی کیا زود رنجی ؟ میرا خط اُمید ہے مل چکا ہوگا۔ اور برہمئ مزاج کو رفع کر چکا ہوگا۔ میرا خیال تھا کہ تم "سیاست" میں ہونے والی بحث کی نقل بھجواؤ گی۔ اگر تراشے تمھارے پاس موجود ہوں۔ اور ہونے چاہئیں تو بھیجو تاکہ معلوم ہو۔

ذکر میرا کون سے عنواں سے اس محفل میں ہے ؟

خطوں کے لیے یہ چھوٹے چھوٹے پرزے تمھیں کہاں سے مل گئے۔ بڑے کاغذ پر لکھا کرو۔ اتنی بھی کیا خست ؟

(یہ خست وہ ہے کہ کل کے لیے کر آج نہ خست شراب میں)

اور مزاج عالی کیسے ہیں۔ مصروفیات کیا ہیں۔ اَدبی و غیر اَدبی ؟

معاش کے لیے کیا کرتی ہو ؟

اِدھر کوئی نئی کتاب شائع ہوئی ؟

کن لکھنے پڑھنے والوں سے میل جول ہے ؟

کسی اَدبی تقریب میں شامل ہوتی ہو ؟

میاں خالد کیسے ہیں۔ اور اَب امتحان سے فارغ ہونے کے بعد ان کے عزائم کیا ہیں ؟

خالد

---

۱۶ ستمبر ۱۹۸۱ء

عفت !

تمھارا شکوے شکایت اور محبت و عقیدت سے لبریز خط ملا۔ تم میرے بارے میں جن جذبات و خیالات کا اظہار کرتی ہو۔ میں سوائے اس کے کہ ان کا شکریہ ادا کروں اور خجالت سے سر نیچا کروں۔ اور کیا کر سکتا ہوں ؟

چہ کند بے نوا ہمیں دارد

اب معلوم نہیں تم کیا دیکھ کر یہ سب باتیں کہتی ہو۔

میں حنا والوں سے بات کروں گا کہ تمھیں کتابیں پہنچانے کی کوئی سبیل پیدا کریں۔ میرا ایک نعتیہ مجموعہ طاب

طابٓ (طیب وطاب وطاہر وطآ) چند دنوں میں میرے اپنے خط میں شائع ہو رہا ہے۔ اس کا انتساب میں نے تمھارے نام کیا ہے۔

تمھارے افسانے تو یہاں کے پرچوں میں دھڑا دھڑ شائع ہو رہے ہیں! بڑی خوشی ہوتی ہے تمھیں فعّال دیکھ کر۔ زندگی میں نشاطِ کار کے علاوہ کیا ہے؟ جب تم افسردگی اور سآزردہ دلی کی بات کرتی ہو تو یقین جانو بہت تکلیف ہوتی ہے۔ میں تمھیں سدا خوش وخرم و شاداں دیکھنا چاہتا ہوں۔

اور کیا گپ شپ ہے۔

مشفق خواجہ صاحب نے "تحقیقی ادب" کی جلدیں (۲) تمھیں بھجوائی تھیں کہ نہیں۔ میں نے انھیں کہا تھا۔ بعد میں تم سے پوچھنا ہی بھول گیا۔

خالد

---

۸ راکتوبر ۱۹۸۱ء

عفت! السلام علیکم

تمھارا دلنواز خط کل شام ملا۔ کل جمعہ حج کا دن تھا۔

طاب طابٓ کا کام انشاءاللہ اگلے ہفتے (عید کی چھٹیوں کے بعد) مکمل ہو جائے گا۔ اس کا پہلا نسخہ تمھارے لیے ہے۔ انتساب تمھارے نام میں نے ان الفاظ میں کیا ہے۔

پیشِ نظرِ روابطِ روحانی
دلداریٔ باہم دگرِ طولانی
کرتا ہوں میں اس نعتیہ مجموعے کو
منسوب بنامِ عفتِ موہانی!

۱۔ تمھارے پاس میری کون کون سی کتابیں ہیں۔ لاہور کی چھپی ہوئی؟ ان کے نام لکھو تاکہ باقی ماندہ کتابیں تمھیں بھجواؤں۔

۲۔ ان خالد نمبروں میں سے کون سا تمھارے پاس ہے؟

الف۔ سیارہ لاہور (تین حصے)

ب۔ تحریریں لاہور (تین حصے)

ج۔ فانوس لاہور (مقدمہ) جس میں تمھارا ایک انٹرویو بھی شامل ہے۔

جہاں تک مجھے یاد پڑتا ہے۔ میں نے یہ پرچہ یا انٹرویو کی نقل تمھیں بھجوائی تھی۔
اور کیا گپ شپ ہے۔
یہاں کل عید ہے۔ (جمعہ ۹؍ اکتوبر ۸۱ء)
دلی مبارکباد قبول کرو۔
میاں خالد کو بہت بہت محبتیں۔

خالد

۲۴؍ دسمبر ۱۹۸۱ء

عفت!

میں چند دن کے لیے لاہور سے باہر گیا ہوا تھا۔ لوٹا تو تمھارے دلنواز و نظرافروز خط ملے۔ تم میری ستائش میں بلاوجہ اتنے مبالغے سے کام لیتی ہو۔ کہ مجھے خود سے حجاب آنے لگتا ہے۔
بس میں پروردگار سے دعا ہی کر سکتا ہوں کہ وہ مبداءِ فیض اپنی بے پایاں رحمت سے مجھے ایسا بننے کی توفیق عطا کرے۔ جیسا تم مجھے فرطِ محبت و عقیدت سے سمجھتی ہو۔
"متاعِ رفتہ کا کچھ سراغ ملا؟
تم آج کل کیا کرتی ہو۔ حنا کے علاوہ کہاں اور کیا لکھ رہی ہو؟
میری ایک نئی کتاب آئی ہے۔ "چراغ لالہ"۔ یہ داغستانی شاعر رسول حمزہ کی نثر و نظم کے کچھ منتخب پاروں کا ترجمہ ہے۔ جن کی عکسی نقلیں میں نے تمھیں بھجوائی تھیں۔ ان پر نظرِ ثانی کے بعد اور مزید اضافوں کے ساتھ کوئی ۱۴۰ صفحے ہیں۔
ایک اور کتاب بھی چند دنوں میں آنے والی ہے۔ "عبدہٗ"۔ یہ ڈیڑھ سو صفحے کی ایک نعت ہے۔
کتابت دونوں کتابوں کی میں نے خود کی ہے۔
اور مشاغل کیا ہیں۔
یہاں ان دنوں کافی ٹھنڈ ہے۔ وہاں بھی غالباً ایسا ہی موسم ہوگا؟
میاں خالد کو پیار دو۔!

خالد

۱۴ر جنوری ۱۹۸۲ء

عفت بیگم !

تمھارے خطوں کا جواب میں نے بہت دن ہوئے دے دیا تھا۔ تمھارا نیا افسانہ زیب النساء کے سالنامہ میں دیکھا۔ حنا میں تو تمھارا مستقل سلسلہ ہے۔

خط تمھیں واپس مل گیا؟ میں نے ان سے کہا تھا کہ آئندہ حتی الوسع تمھیں شکایت کا موقع نہ دیں لیکن مصروفیت میں دیر سویر ہو ہی جاتی ہے۔ عافیت در گزر ہی میں ہے اگر آدمی آسانی سے کر سکے تو!

اور کیا گپ شپ ہے۔

"متاع بردہ" کی کوئی سُن گُن ملی؟

میاں خالد کیسے ہیں۔ ان کی پڑھائی کہاں تک پہنچی؟

چراغ لالہ آگئی ہے۔ لیکن اسے عبدہ کے ساتھ ہی بھجواؤں گا۔ جو چند دنوں میں متوقع ہے۔

کوئی نئی کتاب آئی یا آ رہی ہے؟ اور دن رات کی مصروفیات کیا ہیں؟ کن کن لوگوں سے میل ملاقات رہتی ہے؟

خالد

۱۳ر فروری ۱۹۸۲ء

عفت !

تمھارا ایک شعر پر مشتمل طویل شکایت نامہ ملا۔

مجھے تمھاری خاموشی سے پہلے ہی ڈر لگ رہا تھا۔

مگر میں اسی دوران میں تمھیں تین خط لکھ چکا ہوں۔

اپنی غزلوں کا مجموعہ "سراب ساحل" لانے کا سوچ رہا ہوں۔ اور چاہتا ہوں کہ تمھارے نام ہی اس کا بھی انتساب کروں!

کیا گپ شپ ہے؟

خالد

۲۱۔ فروری ۱۹۸۲ء

عفت!

تمھارے خط اتنے سرور آور ہیں کہ انھیں پڑھ کر اپنے حواس میں رہنے کے لیے نفس سے سخت مجاہدہ کرنا پڑتا ہے۔ میں ایک حقیر فقیر شخص ہوں۔ لیکن تم اپنی طبعی شرافت اور محبت و ارادت کی بنا پر مجھے مافوق البشر بنانے پر مصر ہو۔

قول رسول ہے: "مَنْ ظَنَّ بِكَ خَیْراً فَصَدِّقْ ظَنَّهٗ" ۔ یعنی جو تجھ سے حسنِ ظن رکھے۔ اس کے حسنِ ظن کو سچا ثابت کر۔ اور یہ بغیر توفیق ایزدی کے ممکن نہیں۔ اس لیے میں اپنے پروردگار سے دعا ہی کر سکتا ہوں۔ کہ مجھے ویسا کچھ بننے کی ہمت عطا کرے۔ جو تم مجھے سمجھتی ہو۔

اپنی فتوحات پر دلی مبارک باد قبول کرو۔ تمھارے انعاموں اور میڈل کا پڑھ کر ناقابل بیان خوشی ہوئی۔ اللھم زد فزد! بارے لوگوں نے تمھارا کچھ اعتراف تو کیا۔ تمھارے موسیقار ہونے کا پہلی بار علم ہوا۔ چلئے۔ اب ہمیں غالب کے ساتھ یہ کہنے کی ضرورت نہ رہی کہ۔

ترسے ہے اک مغنیِ آتش نفس کو جی

وہ ہمیں بیٹھے بٹھائے مل گیا۔ یہ اس کی دین ہے۔ جسے پروردگار دے! اس حسن پرست نے تو یہ بھی کہا تھا

ساقی بہ جلوہ دشمن ایمان و آگہی
مطرب بہ نغمہ رہزن تمکین و ہوش ہے

تم میں خدا کی رحمت سے یہ دونوں گُن جمع ہو گئے!

میاں خالد کیسے ہیں۔ کیا ابھی تک فارغ التعلیم نہیں ہوئے؟ تمھارے دردِ سر کا پڑھ کر نہایت آزردگیِ خاطر ہوئی۔ کیا اس کا کوئی علاج ممکن نہیں؟ یہ تو بہت نامراد شے ہے۔ اور اس کی وجہ بھی غالباً تمھاری حد سے بڑھی ہوئی ذکاوتِ حس ہے۔ یعنی تمھاری روشنیٔ طبع جو تمھارے لیے بلا بن گئی ہے۔ خدا ردِّ بلا کرے۔ اور اس موذی سے نجات دلائے۔

اور کیا لکھ پڑھ رہی ہو؟

خالد

۱۸ مارچ ۱۹۸۲ء

عفت !

تمھارا پانچ تاریخ کا لکھا ہوا خط کل شام ملا۔ کیا باغ و بہار خط ہے۔ قصیدہ گوئی کا فن تم پر ختم ہے۔ لیکن ممدوح کے بس میں نہیں کہ تمھارا منہ موتیوں سے بھر دے۔

یہ منہ تو خود ہی موتی اگلتا ہے۔

پڑھ کر جی خوش تو بہت ہوتا ہے۔ مگر پھر مور اپنے پاؤں کو دیکھتا ہے۔ اور سکتے میں رہ جاتا ہے۔

پیکٹ میں ۳۱۴ شعر کی ایک منقبت بھی تھی۔ اس کا تم نے ذکر نہیں کیا۔ میری نئی کتاب "عبدہٗ" بھی آگئی ہے گرد پوش کا انتظار ہے۔ چند دنوں میں پیش کروں گا۔

"سراب ساحل" بھی خواہ مخواہ التوا کا شکار ہوتی جا رہی ہے۔ بہر حال اب جگر لخت لخت کو جمع کرنے کا سوچ رہا ہوں۔ اپنی طبیعت کے اقتضا، اور تمھارے وفورِ شوق۔ دونوں کے مدِ نظر۔

وحیدہ نسیم نے تمھیں سانپ غلط کہا۔ ناگن کہنا چاہیئے تھا۔

ہزار شیوہ ساحرہ ہر دم نورس و تازہ بہار۔

میاں خالد کی کامیابی کی دعا کرتا ہوں۔ خدا اسے شاد و بامراد کرے۔ اور اس کی محبوب و عظیم امّی کو بھی مسرتوں سے ہم کنار کرے۔

اور کیا گپ شپ ہے؟

خالد

---

۲۰ اپریل ۱۹۸۲ء

عفت !

تمھارا دو حرفی خط مع تراشہ ملا۔

مجھے الفاظ نہیں ملتے جن سے اپنی ممنونیت کا اظہار کر سکوں۔

تمھارے خطوط کا فائل اب میں نے الگ کھول دیا ہے۔

نامے عفت کے
بنام
خالد "

میرا پچھلا خط غالباً مل چکا ہوگا۔ اور تم اپنے موہانی معاملات کو نپٹا کر واپس آ چکی ہو گی۔
عبدہٗ کا ایک نسخہ ارسال ہے بغیر گرد پوش کے۔ تمھارے ذوق و شوق کے مدِ نظر۔ گرد پوش کا انتظار طول امل معلوم ہوتا ہے۔
اور کیا گپ شپ ہے!

خالد

---

۴ مئی ۱۹۸۲ء

عفت!
میرے دونوں خط مل گئے ہوں گے۔ اور عبدہ بھی۔
عبدہٗ کے صفحہ ۷۴ پر ایک مصرع ہے۔
سحر گاہِ تخلیق سے تاشامگاہِ قیامت
اس میں شامگاہ کو "قیام" بنالو۔
سراب ساحل کی کتاب مکمل ہو چکی ہے۔ اس کا انتساب میں نے کچھ یوں لکھا ہے!

یہ میرے حُسنِ تغزّل کا تازہ مجموعہ
ہوا ہے جس میں قلمبند حرف رازِ دروں
میں طاب طابٗ کی مانند ثبت کرتا ہوں
بنام عفتِ موہانی انتساب اس کا
وہ ذوفنوں وہ سراپا فسانہ و افسوں
نہیں ہے جس سا کوئی دوسرا مرا شیدا

کوئی لفظ کھٹکتا ہو تو بتا دو۔
اور حال احوال کیا ہیں۔ موہان کے معاملات تو حسبِ منشا اور حسبِ دل خواہ طے ہو گئے؟
میاں خالد کیسے ہیں۔ باہر کب تک جا رہے ہیں؟

خالد

۲۶ مئی ۱۹۸۲ء

عفت!

لکھنؤ سے واپسی پر تمہارا ۱۷ مئی کا لکھا ہوا خط کل شام ملا معلوم نہیں باعثِ تاخیر کیا ہے؟

کتاب تمہیں اب تک مل جانی چاہیئے تھی۔ میں نے مئی کے پہلے ہفتے میں بھجوادی تھی۔ ویسے امید ہے کہ اب تک مل چکی ہوگی۔

تعجب ہے کہ میرا مرسلہ نظم کا تراشہ تمہیں نہیں ملا۔ دوبارہ ملفوف ہے۔ پڑھ کر بتانا۔

ابھی اُترسوں نرسوں میں نے تمہیں ایک خط لکھا ہے۔ جس میں "سراب" "ساحل" کے انتساب کے شعر درج ہیں۔ یہ خط ملنے سے پہلے وہ بھی یقیناً تمہیں مل چکا ہوگا۔ اور کسی حد تک تمہاری بے قراری کو قرار آچکا ہوگا۔

دلّی سے میری شاعری کا ایک انتخاب شائع ہو رہا ہے۔ دیباچہ اس کا ڈاکٹر عتیق اللہ نے لکھا ہے۔ اور غالباً انتخاب بھی انہی کا ہے۔

اور کیا گپ شپ ہے؟

میاں خالد کیا کر رہے ہیں۔ ان کے مشاغل کیا ہیں؟

خالد

---

۳۱ مئی ۱۹۸۲ء

عفت!

ابھی میں نے تمہیں ایک خط لکھ کر ڈاک میں ڈلوایا ہے۔ اسے بھجوانے کے بعد معاً خیال آیا کہ تمہارا ایک انٹرویو بہت دن ہوئے شائع ہوا تھا۔ معلوم نہیں۔ تمہیں وہ پرچہ یا اس سے متعلق گفتگو کا آف پرنٹ ملا تھا یا نہیں؟ اس شک کے پیشِ نظر ایک نقل ارسال ہے۔

ایک اور طویل انٹرویو بھی تمہیں کسی وقت بھجواؤں گا۔

خالد

---

۳۱ مئی ۱۹۸۲ء

عفت!

تمہارے تینوں خط مل گئے۔ پہلا خط تو حواس باختہ کرنے والا تھا۔ جس میں تم نے عالم جذب میں وِردِ **انا الخالد** کا لکھا تھا۔ میرے بارے میں تم جس غلو سے کام لیتی ہو۔ اسے پڑھ کر میں کانپ اُٹھتا ہوں۔ سمجھ میں نہیں آتا کہ اپنے تاثر و انفعال کا اظہار کیسے کروں۔ خدا کا شکر ہے کہ عبدہٗ آخرکار تمھیں مل گئی۔ جواب معلوم ہوتا تو شاید لکھی ہی نہ جاتی۔ تمھارا یہ سوال بہت دلچسپ ہے کہ یہ کتاب آخر کس کے لیے لکھی گئی ہے؟ دل کے پھپھولے ہیں۔ جو لفظوں میں ڈھل جاتے ہیں۔ تم تو خود فن کار ہو۔ کربِ تخلیق کو سمجھتی ہو۔

پچھلے ہفتے ڈاکٹر عتیق اللہ دہلی جاتے ہوئے کراچی سے دو ایک روز کے لیے آئے تھے۔ گھر رہے تھے صرف تمھارے لیے ٹھہرا ہوں۔ بیگم بھی ساتھ تھیں۔ انھی کے کوئی دوست ناشر میرا انتخاب دہلی سے شائع کر رہے ہیں۔ جس کا دیباچہ ڈاکٹر عتیق ہی نے لکھا ہے۔ کتاب غالباً اگست کے اخیر تک آئے گی۔ نام کے بارے میں حیص بیص میں تھے۔ مجھے بھی فوری طور پر نہیں سوجھا۔ تمھارا پتہ میں نے انھیں بتایا تھا۔ کہ تم سے اس سلسلہ میں مشورہ اور مدد لیں۔ چند کتابیں اور کاغذات بھی ان کے ہاتھ بھجوائے ہیں۔ اُمید ہے اُنھوں نے تمھیں بھجوا دیئے ہوں گے۔ ایک تو وہی عبدہٗ کا دوسرا نسخہ تھا۔ اور چار کتابیں اور تھیں۔ جو اتفاق سے اس وقت میرے پاس موجود تھیں۔ معلوم نہیں یہ پہلے تمھیں بھیجیں کہ نہیں؟

ماذ ماذ۔ ثانی لاثانی۔ دشت شام اور غبار شبنم۔

ماہنامہ "تحریریں" لاہور کے تینوں خالد نمبر بھی تھے! وقت نہیں تھا۔ نہیں تو دوسری تمام کتابیں بھی بازار سے لے کر بھجوا دیتا۔ تمھارے پاس کون کون سی کتابیں ہیں؟

چند دن میں غالباً یہ سب چیزیں تمھیں مل جائیں گی۔ اگر اُنھوں نے ڈاک کے ذریعہ تمھیں بھیجنا پسند کیا تو۔ (میں نے تو یہی تاکید کی تھی) وگرنہ ان کا ارادہ یہ بھی تھا کہ اورنگ آباد جاتے ہوئے (ان کی بیوی وہیں کی ہیں) جہاں شاید وہ انھی دنوں جانے والے تھے۔ مل کر تمھیں پہنچا دیں۔

میاں خالد کی ناسازیٔ طبع کا پڑھ کر فکرمندی ہوئی۔ خدا انھیں صحت دے۔ اور ان کی مقصد برآری کا سامان اپنی جناب سے کرے۔

اور تمھارے کیا شغل اشغال ہیں؟

(ساڑھے آٹھ بجے صبح)

خالد

۳ ر جولائی ۱۹۸۲ء

عفت !

تمھارا پُر بہار و پُر نگار عید کارڈ بھی ملا۔ اور اس کے بعد تمھارا دل نواز خط بھی۔ میں تو سمجھ رہا تھا کہ وہ سب چیزیں تمھیں اب تک مل چکی ہوں گی۔ تمھاری پریشانی کا پڑھ کر میں خود بڑا مضطرب ہوا۔ ابھی میں نے ڈاکٹر عتیق کو خط لکھا ہے کہ وہ امانت کو بار امانت سمجھیں۔ اور اتنی بے اعتنائی کا ثبوت نہ دیں۔ معلوم نہیں ان کا گھر کا پتہ میں نے تمھیں لکھا تھا یا نہیں؟ وہ یہ ہے۔

کوئی دہلی آتا جاتا شخص ہو تو اس سے کہو وہ ان سے پیکٹ لے آئیں۔ ویسے اُمید تو ہے کہ میرے تنبیہی خط کا ان پر اثر ہوگا۔ اور وہ جلد ہی تمھیں پیکٹ بھجوا دیں گے! یہ چیزیں بخیر و خوبی پہنچ جائیں تو پھر دوسری کتابوں کے لیے بھی کوئی سبیل نکالیں گے۔

"سراب ساحل" کا اشتہار تو شائع ہوا تھا۔ مگر کتاب ابھی تک شائع نہیں ہوئی۔ شائع ہوتے ہی سب سے پہلے تمھارے پاس آئے گی۔

تم سے زیادہ اس کا حق دار کون ہے۔ میں تو سوچ رہا ہوں کہ اگر توفیق ایزدی سے "فرقانِ جاوید" مکمل ہو جائے اور اس کی طباعت کی نوبت آئے تو اس کا انتساب بھی تمھارے نام کر دوں۔ اس طرح "بندہ" کو "خداوند" بنانے والا آزر تمھارے علاوہ کون ہوگا۔

میاں خالد کے جانے میں کیا اڑچن آ پڑی۔ خدا اس کی مراد بر لائے۔
اور تمھارے کیا حال احوال ہیں۔

خالد

---

۸ ر اگست ۱۹۸۲ء

عفت !

کیا حال چال ہیں۔
کتابیں ملیں یا نہیں؟

عتیق صاحب نے میرے خط کا بھی جواب نہیں دیا۔ صحیفۂ دانیال کے نوشتۂ دیوار کی عبارت یاد آتی ہے۔

منے منے تقیل فرسین

تمھیں تولا گیا تو کم نکلے

تمھاری کوفت کا سوچ کر میں خود افسردہ و رنجیدہ ہوتا ہوں۔

نجانے ہمارے ہاں پاسِ عہد و امانت کیوں نہیں ہے۔ اور اپنے غم و غصّے کا اظہار آدمی کس پر کرے؟

تمھاری طبیعت کیسی ہے؟

سرورد کی کیا کیفیت ہے؟

میاں خالد کے ویزے کا کیا بنا؟

وہ ذات کہ حلّالِ مشکلات ہے مشکل کشائی کرے۔

آج کل کیا زیرِ تحریر ہے؟

خالد

---

۲۶ ر اگست ۱۹۸۲ء

عفت!

پرسوں شام تمھارا خط دیکھ کر میں نے خیال کیا کہ اس میں ضرور کتابوں وغیرہ کے پہنچنے کا مژدہ ہوگا۔ مگر اے بسا آرزو۔ اب ایسے پڑھے لکھے وعدہ خلاف لوگوں کا کیا کیا جائے۔ یہاں بھی ایسے ہی لوگوں سے سابقہ پڑتا ہے۔ عزتِ نفس کا تقاضا، ایفائے عہد و پاسِ زباں ہے۔ لیکن قوم کی قوم اس جوہر سے گویا محروم ہو چکی ہے۔ اسی لیے نت نئے آزار میں مبتلا ہے۔ تمھارے کہنے پر حضرت صاحب کو آج پھر خط لکھتا ہوں۔ شاید ان کی کوئی خوابیدہ رگ بیدار ہو جائے۔

میاں خالد آج کل جس کشمکش سے دوچار ہیں۔ اس کا پڑھ کر بہت ملال ہوا۔ تمھاری ہی ہمت ہے جو اس آشوبِ زمانہ کا اس حوصلے اور پامردی سے مقابلہ کر رہی ہو۔ خدا تمھاری ہمتوں کو جواں تر کرے۔

اور لکھنے پڑھنے کا کیا حال ہے؟ ادبی سرگرمیاں کیسی ہیں۔

اس بلدے میں تو کافی ہما ہمی ہونی چاہیئے کہ بھاگ بھری کا اس پر سایہ ہے۔

خالد

عفت!

میں چند دنوں کے لیے لاہور سے باہر گیا ہوا تھا۔ واپس آیا تو تمھارا ۶ تاریخ کا لکھا ہوا خط ملا تمھاری سہیلی کی وفات کا پڑھ کر بڑا صدمہ ہوا۔ تم ویسے ہی بڑی ذکی الحس ہو۔ خدا تمھیں اسے صبر و استقامت سے برداشت کرنے کی توفیق دے۔

رُوبی کا تراشہ دیکھا۔ تمھارا شکوہ بجا ہے۔ مگر میں نے انھیں کوئی چیز نہیں بھیجی۔ یہ غزلیں فنون لاہور (مدیر احمد ندیم قاسمی) کے تازہ شمارے میں شائع ہوئی تھیں۔ وہیں سے ان لوگوں نے نقل کی ہیں۔ تصویر معلوم نہیں کہاں سے لی؟

میں اتنے دنوں تک تمھارے خط کا شدید انتظار کرتا رہا کہ تم کتاب کے ملنے کی اطلاع دو گی۔ کتاب ۶ نومبر کو یہاں سے رجسٹری ہوئی تھی۔ اور اُنھوں نے ہوائی ڈاک کے ذریعہ بھیجنے کے لیے کہا تھا۔ خیال تھا کہ اس کے دو چار روز بعد تمھیں مل جائے گی۔

مگر سوائے طیش کھانے کے آدمی کیا کر سکتا ہے۔ کتنی مجبوری و بے بسی ہے؟

نظموں کا مجموعہ "زرداغِ دل" بھی تمھارے لیے رکھا ہُوا ہے۔ پہلی کتاب کی رسید آ لے۔ تو اسے بھجوا دوں گا۔ (انشاء اللہ)۔

اور طبیعت کیسی ہے؟ میاں خالد کیسے ہیں؟

خالد

عفت!

تمھارے دونوں خط ملے۔ اس سے پہلے ۱۱ کا لکھا ہوا خط بھی میرے لاہور واپس آنے پر ملا تھا۔ جس کا جواب میں نے دے دیا تھا۔

پچھلے ہفتے بھی ایک خط لکھا ہے۔

کتاب معلوم ہوتا ہے کہیں رستے میں اٹک گئی۔ اب دوسری کتاب تیار کروائی ہے۔ اور اس کے ساتھ "زرداغِ دل" کا ایک نسخہ بھی۔ کل جلد بندی کے لیے بھجوا دوں گا۔ اگلے ہفتے انشاء اللہ دونوں روانہ ہو جائیں گی۔

ان کڈھب پابندیوں سے جان ضیق میں ہے۔

تم اپنی اُداسی، بے کیفی اور تنہائی کو ذوق تخلیق بناؤ۔ زندگی کے سفر میں ایسے بے رونق۔ اُجاڑ اور لق و دق مقام

آتے ہی رہتے ہیں۔

دلّی کی یاترا کی؟

گوہرِ مقصود ہاتھ آیا؟

خالد

---

۱۴ اکتوبر ۱۹۸۴ء

عفت!

پہلے تو عیدالاضحیٰ کی مبارکباد قبول ہو۔

اگرچہ اس پُرآشوب دَور میں ہر حرفِ تبریک کم سواد ہو کر رہ گیا ہے۔ پھر بھی ــــ

اصحابِ کہف کے ناموں کا شکریہ! میری ایک تحریر چند ماہ ہوئے یہاں کے ایک اخبار میں شائع ہوئی تھی۔ اس کا تراشہ ملفوف ہے۔ سُرخ لکیر کھینچی سطروں میں اصحابِ کہف کا تذکرہ ہے۔

عتیق صاحب نے اُمید ہے سب چیزیں بھجوادی ہوں گی۔ ایک پیکٹ تو میں نے یہاں سے بنا کر دیا تھا۔ باقی غالباً "تحریریں" کے تین شمارے ایک آدھ کتاب اور چند کاغذ دستی تھے۔ جنہیں میں نے کہا تھا کہ پہلے والے میں ڈال کر یا الگ سے بند صوا کر تمھیں بھجوا دیں۔ ایک کتاب "غبارِ شبنم" بھی تھی۔ جاپانی شاعری کے بارے میں!

اُنھوں نے میرے دونوں خطوں میں سے ایک کا بھی جواب نہیں دیا۔ انتخاب کے بارے میں بھی کوئی اطلاع نہیں!

تمھاری بپتا کا پڑھ کر دل دکھی ہُوا۔ قدرت نجانے اہلِ دل کا کیوں مسلسل امتحان لیتی رہتی ہے۔ دُعا ہے کہ خدا اس مشکل کو آسان کرے اور سبیلِ مخلصی کی نکالے۔

میاں خالد یہ جبری بیکاری کے دن کیسے گزار رہے ہیں؟

اور کیا گپ شپ ہے۔ کیا مصروفیت رہتی ہے؟

عید کے بعد "سراب ساحل" کو فوٹو اسٹیٹ کروانے کا ارادہ ہے۔

انشاء اللہ

خالد

۲۰ر اکتوبر ۱۹۸۲ء

عفت !

تمہاری پریشانیٔ خاطر کا تصور بڑا بے چین کرنے والا ہے۔ مگر اُمید ہے مو اخیر ستمبر کا لکھا ہوا خط مل کر قدرے باعث قرار ہوا ہوگا۔

"سراب ساحل" کے چھپنے میں تھوڑی سی اڑچن پیدا ہو گئی۔ ڈر ہے کہیں اسے دوبارہ نہ لکھنا پڑے۔ دو چار دن میں فیصلہ ہوگا۔ کوشش تو یہی ہے کہ

کتاب اس مہینے کے آخر تک آجائے۔

خدا کرے۔

میرا ایک مختصر سا انٹرویو سہ ماہی "ستارہ" لاہور میں آرہا ہے۔ اس کا مسودہ تمہارے مطالعہ کے لیے ارسال ہے۔

اور کیا گپ شپ ہے ؟

ویزے کی کوئی صورت بنی ؟

میاں خالد کیسے ہیں اور آج کل کیا کر رہے ہیں ؟

تمہارے سر درد کا اب کیا حال ہے ؟

لکھنے پڑھنے کی کیا کیفیت ہے ؟

خالد

۴ر نومبر ۱۹۸۲ء

عفت !

تصویریں دیکھیں۔

میاں خالد ماشاء اللہ بڑے چاق و چوبند نظر آتے ہیں۔ ان کے پُر رونق خود اعتماد چہرے کو دیکھ کر یہ شعر ذہن میں ابھرا !

بالائے سرش ز ہوش مندی
تابندہ ستارۂ بلندی

(سعدی نے می تافت لکھا ہے) زندگی کی دوڑ میں خدا کرے ان کے قدم ہمیشہ تیز تر رہیں۔

ع اور اس اُجلے اُجلے پیرہن میں تم تو بالکل چشم بد دور ایک ارضی حور لگتی ہو۔

ڈاکٹر عقیق کے تساہل پر بڑی جھنجھلاہٹ ہوئی۔ انھیں پھر خط لکھا ہے۔
معلوم نہیں لوگ کس مٹی کے بنے ہوتے ہیں۔

ع اے نادہند وعدہ بھی تو ایک قرض ہے۔

لیکن لوگ قرض خوشی سے کہاں ادا کرتے ہیں۔
کتاب آج فوٹو اسٹیٹ والے کے حوالے کر دی ہے۔ اُمید ہے اس مہینے کے آخر تک تیار ہو جائے گی۔
انشاء اللہ۔ اور نومبر کے دوسرے ہفتے تک تمھیں مل جائے گی۔ خدا کرے۔
اور کیا خبریں ہیں؟

خالد

عفت!
تمہارا ۲۸ اکتوبر کا خط بھی کل شام مل گیا۔ اس سے پہلے والا بھی چند دن ہوئے مل گیا تھا۔ میں ساتھ ساتھ جواب بھی دیتا رہتا ہوں۔ جنہیں تم بھول جاتی ہو۔
تم نے لکھا ہے کہ مجھے جی کھول کر لکھنے کی اجازت دیں۔ میں اجازت دینے یا نہ دینے والا کون ہوتا ہوں۔

ہوتی ہے محبت بھی اجازت کی طلبگار؟

اجازت تو بیگانے مانگتے ہیں۔ اپنے نہیں!

بیا بیا و فرود آ کہ خانہ خانۂ تست

خدا خدا کر کے تم سے کیے ہوئے اپنے عاجلانہ وعدے کی لاج رکھنے کے لیے، بھاگم بھاگ ایک جلد "سراب ساحل" کی تیار کروائی ہے۔ وہ آج، ابھی رجسٹری کروا رہا ہوں۔ ہفتے عشرے میں انشاء اللہ تمھیں مل جائے گی۔ اور شاید تمھاری بے قراری کو کسی قدر عارضی قرار آجائے۔
انتخاب تو عقیق صاحب ہی کروا رہے تھے۔ معلوم نہیں۔ ناشر کون تھا۔ اس کے بارے میں ایک سرسری خط کے علاوہ مزید کوئی اطلاع نہیں۔ کہ۔

کون سی منزل میں ہے کون سی وادی میں ہے
عشق بلاخیز کا قافلۂ سخت جاں

اب تو طبیعت ان چیزوں کا اثر ہی نہیں لیتی۔ آدمی کو اپنا کام کرنا چاہیئے۔ نتائج اور ثمرات سے بے نیاز ہو کر۔ گیتا کی

زبان میں۔ نشکام کرم ہی اُتم کرم ہے۔
یعنی جس میں نہ صلے کی تمنا ہو۔ نہ ستائش کی پروا۔
اور کیا گپ شپ ہے۔
میاں خالد کی پڑھائی کیسے جا رہی ہے۔
"سیارہ" ابھی شائع نہیں ہوا۔ شائع ہونے پر فوٹو سٹیٹ بھجوا دوں گا۔

خالد

۱۶ر دسمبر ۱۹۸۲ء

عفت!
تمہاری مسلسل اور خلاف معمول خاموشی بڑی تشویش ناک ہے۔ روز تمہارے خط کا انتظار رہتا ہے۔ ڈاکیے کو دیکھ کر اُمید بندھتی ہے۔ مگر پھر فوراً ہی دل کے بوجھل پن کو بڑھا کر ٹوٹ جاتی ہے۔
کتاب معلوم نہیں تمھیں ملی یا نہیں؟ یہاں ڈاک خانے والوں سے بھی پتہ کر رہا ہوں۔
کل عتیق صاحب کا خط بھی ۲۸ر نومبر کا لکھا ہوا ملا تھا۔ ان کے والد کا اچانک ہی انتقال ہو گیا ہے۔ اسی پریشانی میں کہتے ہیں وہ تمہارا پیکٹ روانہ نہ کر سکے۔
لکھتے ہیں کہ اب معذرت اور ندامت کے ساتھ فوراً بھیج رہا ہوں۔
خدا کرے وہ اپنی زبان کا پاس کریں!۔
براہِ کرم اپنی خیریت سے فوراً مطلع کرو۔
تمہاری خوب صورت تحریر دیکھنے کو آنکھیں ترستی ہیں!

خالد

۲۱ر دسمبر ۱۹۸۲ء

عفّت !

تمھارے تینوں خط نومبر کے آخری ہفتے میں ملے تھے۔

میں نے بعد میں تمھیں دو خط لکھے۔

بیسویں صدی کے سالنامہ میں تمھارا خوب صورت افسانہ پڑھا۔

میرے شعروں کو تمھارے قلم نے معنویّت عطا کر دی۔

اور مزاج کیسے ہیں ؟

خالد

۱۶ر جنوری ۱۹۸۳ء

عفّت!

معلوم نہیں تمھاری دلّی یاترا سپھل ہوئی کہ نہیں ؟ کوئی کس کا اَب اعتبار کرے۔

آج میں نے پھر دونوں کتابیں زرد اغِ دل اور سرابِ ساحل بک پوسٹ سے بھجوائی ہیں۔ پارسل سے نہیں کہ پہلے ہی گُم ہے۔

رجسٹری ڈاک خانے والوں نے کی نہیں۔ فرستادہ کے کہنے کے باوجود !

کہتے ہیں کہ ہفتہ دس دن میں مل جائے گی۔ دیکھیں ؟

دُعا ہے کہ خدا تمھارے سامنے سرخرو ہونے کا موقعہ دے۔

تمھاری یہ پریشانی، بیتابی، اور کشمکش دیکھ کر مجھے اپنے آپ پر افسوس ہوتا ہے کہ خواہ مخواہ ایک نازک اندام، نازپروردہ کو مبتلائے اضطراب کر رکھا ہے۔

اب تو شدت سے خوشخبری کے خط کا انتظار ہے۔

عتیق صاحب سے ملاقات ہوئی ؟

میاں خالد بھی ساتھ ہوں گے۔ ان کا تاثر کیا ہے ؟

ابھی ان کی پڑھائی ختم نہیں ہوئی ؟

کون سا ڈائجسٹ نہیں ملتا؟ حنا یا قومی
اور کیا گپ شپ ہے؟

خالد

۱۶ر فروری ۱۹۸۳ء

عفت!

تمہارا ۲۱ر جنوری کا تحریر کردہ خط پچھلے بدھ کو مل گیا تھا۔ کل شام شدید انتظار کے عالم میں تمہارا ۴ر فروری کا لکھا ہوا خط ملا۔ جس میں کتاب کے ملنے کی نوید جانفزا ہے۔ میں اس کے لیے رُکا ہُوا تھا۔ بارے ایک بڑا بوجھ سر سے اُتر گیا۔

مکتوب الیہ کے پتے کی موجودگی میں ان لوگوں نے پارسل کو جو ایئر میل تھا۔ ڈیڈ لیٹرز کے خانے میں کیوں ڈال دیا۔ ہوائی ڈاک سے زمین والوں کا سلوک دیکھو!

اہل اختیار کی بے حسی، بے اعتنائی اور غفلت شعاری کا کوئی کہاں تک ماتم کرے۔ اور پھر کوئی سننے والا بھی ہو؟

کون چیخوں تو سنے گا مری آوازِ فغاں؟

دوسرا پیکٹ بھی اَب تک مل جانا چاہیے تھا!۔

تمہارا دہلی سے ملا ہوا خط مجھے نہیں ملا۔ معلوم نہیں اس میں تم نے کیا لکھا تھا۔ عتیق سے ملاقات کیسے ہوئی۔ کیا وہ اخلاق سے پیش نہیں آیا؟

رسالوں اور کتابوں کے بارے میں اس نے کیا کہا؟ تحریریں کا ریڈ یلٹ تین پرچوں کا اس کے پاس تھا۔ وہ تو لے لیتیں۔!

آخر کیا ہنگامہ ہوا۔ ذرا تفصیل سے بتاؤ۔

بیسویں صدی والوں نے وہ نظمیں از خود نقوش سے لی تھیں۔

اُذکُرُوا اَموَاتکُم بالخَیر ہے قولِ رسولؐ!

سیارہ میں گڑ بڑ ہو گئی۔ پچھلی دفعہ وہ ٹکڑا چھپنے سے رہ گیا۔ (ٹکڑے سے مراد انٹرویو) اس دفعہ اُمید ہے آجائے گا۔ وعدہ تو یہی ہے۔ پرچہ غالباً مارچ کے دُوسرے ہفتے میں آئے گا۔ ان سے کہوں گا تمھیں پرچہ ہی بھیج دیں گے۔

اور کیا گپ شپ ہے۔

میاں خالد کیسے ہیں۔

تمھارے سر درد کا کیا حال ہے؟

خالد

۲۰ مارچ ۱۹۸۳ء

عفت!

تصویریں دیکھیں! کیا ملکوتی حسن ہے۔ باطن کی خوب صورتی عارض پہ لَو دے رہی ہے۔

میرا خیال تھا کتابیں مل گئی ہوں گی۔ ایک اور صاحب کے ہاتھ بھی جو دلّی جا رہے تھے۔ چند کتابیں بھجوائی ہیں۔ انھوں نے وعدہ تو پختہ کیا تھا۔ کہ جاتے ہی تمھیں پوسٹ کر دیں گے۔ ان کے علاوہ بھی چند کتابیں تھیں۔ لیکن وہ سب لے جانے سے ہچکچا رہے تھے کہ کہیں راستے میں پوچھ گچھ نہ ہو۔ کتابوں سے لوگ کتنا ڈرتے ہیں۔

اب آئندہ کوئی قابلِ اعتماد شخص آتا جاتا ملا تو اس کے ذریعہ بھجوانے کی کوشش کروں گا۔

اور دلّی میں کن لوگوں سے میل ملاقات رہی! بیسویں صدی والے تو تمھارے دوست تھے۔ اب یک لخت ان سے برگشتگی کیوں؟ وہاں قیام کہاں رہا؟

حیدرآباد کی ادبی فضا کیسی ہے۔ کن لوگوں سے میل جول رہتا ہے؟

یہاں موسم ابھی پورے طور سے بدلا نہیں۔ بدلنے لگتا ہے تو بادو باراں اسے روک لیتے ہیں۔

تمھارا خط غالباً حنا والوں سے کہیں ادھر اُدھر ہو گیا۔ مقبول دہلوی ندامت آمیز لہجے میں بتا رہا تھا کہ میں کہیں رکھ کر بھول گیا۔ اب اس کے ملنے کی اُمید کم ہی معلوم ہوتی ہے۔

جب واسطہ پڑتا ہے تو لوگ کتنے کم عیار نکلتے ہیں۔

خدا اپنی مخلوق کے شر سے بچائے!

اور کیا گپ شپ ہے؟

خالد

---

۱۴ مارچ ۱۹۸۳ء

عفت!

بارے کچھ چیزیں تو تم تک پہنچیں۔ عتیق صاحب کے اس دوران میں دو تین خط ملے ہیں۔ میں نے ابھی تک جواب نہیں دیا۔ دونوں بک پوسٹ کتابیں بھی اب تک مل جانی چاہیئے تھیں۔ چند اور کتابیں بھی جیسا کہ میں نے پچھلے خط میں لکھا تھا۔

ایک جانے والے کے ہاتھ بھجوائی ہیں۔ خیال تو ہے کہ اس نے تمھیں رجسٹری کر دادی ہوں گی۔ دیکھیں۔

مضمون دلچسپ ہے۔ لیکن بٹوٹی کو صاحبِ مضمون نے اقبال کا پسندیدہ شاعر کیسے بنا دیا۔ اقبال نے تو اس پر تین شعر لکھے تھے۔ اس کی پُر آشوب و ہنگامہ خیز زندگی اور گمنام و پُر حسرت موت سے متاثر ہو کر۔ اپنی پسندیدگی کا کہیں ذکر نہیں کیا۔ میں نے بھی پانچ چھ سال ہوئے اقبال کے حوالے سے اس کا ذکر کیا تھا۔ تراشہ ملفوف ہے۔

ایک پرانا انٹرویو کاغذات میں مل گیا۔ ایک پرانی انگریزی نظم بھی۔ جو میں نے کالج کے سالِ اول میں لکھی تھی۔ تفریحِ طبع کے لیے ارسال ہے۔ ایک تازہ نعت کا تراشہ بھی ساتھ ہے۔

کیا یہ تمھارے پوچھنے کی بات ہے کہ "کیا میں آپ کی عزیز ترین دوست نہیں ؟"

اب تو صرف تمھیں ایک دوست ہو۔ عزیز بھی، عزیز ترین بھی اور جانِ عزیز بھی۔"

سیارہ خالد نمبر کے تین شمارے تم نے دیکھے تھے ؟

فانوس کا ایک نمبر جس میں تمھارا انٹرویو تھا۔ وہ تو غالباً میں نے تمھیں بھجوا دیا تھا۔ اور تمھیں مل بھی گیا تھا۔

اور کیا گپ شپ ہے ؟

خالد میاں کیا اُردو کی عبارت بالکل نہیں پڑھ سکتے ؟

قرآن تو پڑھتے ہوں گے۔ ہندی اور سنسکرت میں انہیں کس حد تک دست گاہ ہے ؟

تم بھی تو ہندی فر فر پڑھتی ہو گی۔؟

خالد

---

۲۴ مارچ ۱۹۹۳ء

عفت !

تمھاری دونوں رجسٹریاں مل گئیں۔ دوسری چودہ تاریخ کی بھیجی ہوئی تو ۲۲ ہی کو مل گئی ـــ تعجب ہے ! ان حسین و جمیل بیش بہا تحفوں کا بہت بہت شکریہ !

ایڈریس بک تو میں نے استعمال کرنا شروع کر دی۔ پرانے کچھ نمبر اور پتے اس میں اُتار کر پہلی ڈائری چاک کر دی۔ اب یہ دراز میں پڑی تمھاری جان نواز خوشبو سے در و دیوار کو مہکا رہی ہے۔

سردار محمود کہہ رہے تھے کہ "حنا" تو باقاعدہ جا رہا ہے۔ اور قریباً مہینہ ڈیڑھ مہینہ ہوا، حسبِ فرمائش انشا جی کی کتابوں کا سیٹ بھی بھیجا تھا۔ جس کی رسید البتہ ابھی تک نہیں آئی۔ کہیں اس کا بھی میرے پیکٹ کا سا انجام نہ ہوا ہو۔

تاج الدین صاحب کے دوست کا میں نے شکریہ ادا کیا کہ اُنھوں نے اپنے قول کو نبھایا۔ چند دنوں میں غالباً کوئی اور

صاحب بھی جانے والے ہیں۔ ہو سکا۔ تو باقی کتابیں ان کے ہاتھ بھجوانے کی کوشش کروں گا۔

تمہاری تحریر تو سراسر شاعری ہوتی ہے۔ "اِنَّ مِنَ البَیَانِ لَسِحراً" (شعر میں حکمت بھی ہوتی ہے بیان میں سحر بھی) ایسی ایسی باتیں ایسے مسحورکن اور والہانہ انداز میں لکھتی ہو کہ آدمی ایک دفعہ تو حواس باختہ ہو جائے۔

اوج

اپنے طالع پہ کیوں نہ ناز کروں

کہ ملی ایسی چاہنے والی

ہے مری انتہائی خوش بختی

نہایت یہ میری

پچھلے دنوں ایک صاحب نے تمہارا پتہ مانگا تھا۔ شاید تمہیں ان کا خط ملا ہو۔ یا ان دنوں ملے!

اور کیا گپ شپ ہے۔

آج کل کیا زیر تحریر ہے؟

میاں خالد کیسے ہیں۔

معاش کے لیے کیا کرتی ہو؟

خالد

۱۱ر اپریل ۱۹۸۳ء

عفت!

تمہارے دونوں خط ملے۔ ایک مختصر دوسرا تفصیلی۔ دونوں تراشے ملفوف تھے۔ رجسٹری کا پتہ نہیں۔ غالباً آج کل میں مل جائے۔

تم جوشِ محبت میں میرے بارے میں جو کچھ لکھتی ہو۔ اسے پڑھ کر مجھے اپنے آپ پر انتہائی افسوس ہوتا ہے۔ کاش میں اس تعریف کا مستحق ہوتا۔ مجھے تو اپنی زندگی کے رائیگاں جانے کا اور اپنے ناکارہ پن کا شدید احساس ہے۔ بناوٹی نہیں۔ بلکہ گہرا گھور، گمبھیر، زہرہ گداز احساس!

بہر حال تمہارے اس احساس اور اس کے اتنے خوب صورت اظہار کے نشاط انگیز ہونے میں کوئی کلام نہیں۔

تم نے اپنی تخلیقی کاوشوں کے بارے میں کبھی کچھ نہ لکھا۔ آج کل کیا لکھ رہی ہو؟ اور کہاں چھپ رہی ہو۔ موسیقی کا شوق کیسے پورا کرتی ہو۔ دن رات کے اوقات کیسے گزرتے ہیں۔ معاش کے لیے کیا کرتی ہو؟

چند دن ہوئے مجھے فلمی تصویر حمایت نگر حیدرآباد کا خط ملا تھا۔ تم چاہو تو اپنی پسند کی کوئی چیز دے دو۔

عجیب اتفاق ہے۔ جس دن میں نے تمھیں باقر مہدی کے بارے میں لکھا تھا۔ اُسی دن سہ پہر کو گھر پہنچتے ہی اس کے خط کو اپنا منتظر پایا۔ کئی سالوں کے بعد لکھا تھا۔ "تم بے اختیار یاد آئے۔ اس لیے لکھے بغیر نہ رہ سکا"۔

اس توارد پر بڑی حیرانی ہوئی۔ میں نے اسے بتایا کہ صبح تمھارے بارے میں، میں یہ لکھ کر آ رہا ہوں۔

جن صاحب نے مجھ سے پتہ لیا تھا۔ ان کا خط ملا؟

قومی ڈائجسٹ کو یاد دہانی کرائی ہے۔ کتابیں ایک خاتون کے ہاتھ بھجوائی ہیں۔

ایک واقف کار کی عزیزہ ہیں۔ غالباً دلّی کی رہنے والی ہیں۔ اُمید تو ہے کہ امانت میں خیانت نہیں کریں گی۔ اور تمھیں زیادہ منتظر نہیں رکھیں گی۔

میاں خالد کی کامیابی کا پڑھ کر نہایت مسرت ہوئی۔ خدا کرے وہ زندگی میں یونہی کامیابیوں سے ہم کنار ہوتے رہیں!

خالد

---

۷ مئی ۱۹۸۳ء

عفت!

تمھارا ساحرانہ خط پچھلے ہفتے ملا تھا۔ من کی چنچلتا نے فوراً جواب لکھنے نہ دیا۔ تمھاری تحریر میں سرور و حضور کی جو کیفیت ہوتی ہے۔ وہ قید بیان میں نہیں آتی۔!

کتابیں وہ خاتون پوری لے کر نہیں گئیں۔ چار پیچھے چھوڑ گئیں۔ وہ امانتاً میرے پاس پڑی ہیں۔ جو لے گئی تھیں۔ اُمید ہے تمھیں پہنچا دی ہوں گی۔

مدیر سیاست کا خط میں نے دیکھا۔ لیکن تم انھیں ترجمہ کہاں سے فراہم کرو گی؟ کیا حنا اور قومی ڈائجسٹ کے سلسلہ وار پرچے تمھارے پاس محفوظ ہیں؟ کوئی دقت ہو تو بتانا۔

اہل سیارہ نے تازہ شمارہ اپریل کے آخری ہفتے میں تمھیں بھجوایا تھا۔ اس میں وہ انٹرویو بھی شامل ہے۔ جس کا تمھیں انتظار تھا۔

قومی ڈائجسٹ والوں سے بھی پوچھا تھا۔ کہہ رہے تھے کہ پرچہ باقاعدہ جا رہا ہے۔

تازہ پرچہ اپریل کا مل گیا؟ اس میں میرے دو ایک مصرعے اُلٹ پلٹ ہو گئے ہیں۔

رجسٹری ابھی تک نہیں ملی۔

اور کیا لیل و نہار ہیں؟

ڈھاکہ سے ایک پرچہ "لیل و نہار" نکل رہا ہے۔ اس کے مدیر کے شدید تقاضے پر ایک نظم لکھی تھی۔ جو یہاں کے ایک اخبار میں بھی شائع ہوگئی ہے۔ (چند مصرعوں کی کمی کے ساتھ۔ جنہیں خوف فساد خلق سے حذف کرنا پڑا۔) تراشہ تمہاری دلچسپی کے لیے ملفوف ہے۔

تمہارے حالات کے ناساعدت کا پڑھ کر انتہائی رنج ہوتا ہے۔

آدمی دُعا ہی کر سکتا ہے۔ کہ رب العزت اپنی جناب سے کشائش و راحت کا سامان کرے۔ اور تم سی نیک روح کو اتنی آزمائش میں نہ ڈالے۔

خالد میاں کیسے ہیں!۔

خالد

---

۲۲ مئی ۱۹۸۳ء

عفت!

تمہارا نامہ آئے کتنی صدیاں کتنے یگ بیتے!

کیا بات ہوگئی۔؟

وہ کتابیں ابھی تک ملیں یا نہیں؟

عجیب اتفاق ہے۔ کل کمرے میں ایک خاتون اچانک داخل ہوئیں۔ اور بولیں!

"پہچانا؟"

میں حیران ہوا۔ خدوخال کو پہچاننے کی کوشش کی۔ پھر آہستہ سے ندامت زدہ لہجے میں کہا!

"نہیں!"

چہرہ مانوس تو معلوم ہوتا ہے۔ مگر مشخص نہیں ہوتا۔

بولیں؛ میں فریدہ ہوں۔ ڈاکٹر عتیق اللہ کی بیگم!

تمہارا ذکر آیا۔ کہنے لگیں، جو ہوا اس کا سخت افسوس ہے۔ لیکن ہم لوگ یہاں سے جاتے ہی سیدھے اجین چلے گئے۔ دو مہینے تک وہیں رہے!۔

دہلی میں نہ ملنے کے بارے میں کہہ رہی تھیں کہ یہ کیسے ہوسکتا ہے کہ ہم گھر پہ ہوں اور نہ ملیں۔ دراصل ہم وہاں تھے ہی نہیں!۔

کراچی گئی ہیں۔ ہفتے عشرے میں غالباً واپس آئیں گی۔ میرے پاس تمھاری چار کتابیں اور پڑی ہیں۔ سوچتا ہوں
پھر ان کے حوالے کردوں۔ ایک دفعہ اور آزماکر دیکھ لیں۔ شاید میاں سے بڑی زیادہ ذمّہ دار ثابت ہو۔ آخر اورنگ آباد کی ہے۔
اور تمھارے حال احوال کیا ہیں۔
تمھاری خاموشی دل و دماغ کے لیے ایک بوجھ بن جاتی ہے۔ اور طبیعت عجیب سی بے کیفی محسوس کرتی ہے۔
ہم دُعاگو ہیں تمھارے خوش رہو!

خالد

---

۳۰ رمئی ۱۹۸۳ء

ہیں الزام ان کو دیتا تھا قصور اپنا نکل آیا۔

میں تو شدّت سے تمھارے خط کا انتظار کر رہا تھا۔ اور سوچ رہا تھا معلوم نہیں۔ اس غیر معمولی تاخیر کی وجہ کیا ہے؟
شاید میری کوئی بات ناگوار گزری ہے۔ میں تم سے کیسے ناراض ہو سکتا ہوں۔ یہ اندیشہ، یہ وسوسہ، ہمیشہ کے لیے اپنے دل
و ذہن سے نکال دو۔ تمھاری ہر بات مجھے عزیز ہے۔ "کشتگانِ خنجرِ تسلیم" بھول کر بھی شکوہ و شکایت سے زبان تو
کیا خیال کو بھی آلودہ نہیں کرتے۔ اور پھر ایسے "عزیز خالد آشفتہ خاطر" سے۔ حاشا و کلا۔
یہ تاب یہ مجال یہ طاقت نہیں مجھے!

تم نے اپنے خط میں "اپنی عفت" لکھا ہے۔ عجیب اتفاق ہے پچھلے خط میں، میں "عفت" سے پہلے "مری" لکھتے لکھتے رہ گیا۔
حالانکہ آگے کا مصرعہ اس کا تقاضا بھی کر رہا تھا۔ یہی سوچتا رہا کہ مری کے بعد "عفت" ہونا چاہیئے کہ "عفتی"؟
پھر یہ بھی خیال دامن گیر رہا کہ کہیں تم بُرا نہ مانو۔ کہ مجھ پر حق جتانے والے یہ کہاں سے آگئے؟
میں نے پچھلے ہفتے تمھیں پھر خط لکھا ہے۔ اس سے پہلے خط میں تمھیں "بنگلہ دیش" پر ایک نظم کا تراشہ بھی بھیجا تھا۔
اب یہ بتاؤ۔

۱. "سیّارہ" ملا یا نہیں؟
۲. کتابیں دہلی سے پہنچیں یا نہیں؟
۳. میں نے جو دو کتابیں بھجوائی تھیں۔ وہ ملیں یا نہیں؟

سیاست میں سورۃ "المؤمنون" کا پہلا حصّہ کہاں گیا؟ یہ ایکا ایکی بیچ میں سے کیسے شروع ہوگئی۔ لوگوں نے

محسوس نہیں کیا؟

"عرضِ مترجم" کے نام سے چند شعر ملفوف ہیں۔ ترجمے کا آغاز ان سے ہونا چاہیئے۔ ان کی کتابت بھی نسبتہً جلی ہونی چاہیئے!

عکسی نقلیں ارسال ہیں۔

پچھلے ہفتے سے چھوڑا ہوا ترجمہ پھر شروع کیا ہے۔ پندرہ پارے ہوگئے ہیں۔ رمضان میں انشاءاللہ باقی ہو جائیں گے۔ واللہ المستعان!

خالد

۸۔ جون ۱۹۹۳ء

عفت!

تمھارا ۳۰ مئی کا خط کل دوپہر ملا۔ اس سے پہلے کا "طویل و عریض خط" تو کوئی نہیں ملا۔ البتہ شمع اور سیاست کے تراشوں والا خط ملا تھا۔ جس کا جواب دے چکا ہوں۔

"یادداشت جناب خالد صاحب" یہ جناب اور صاحب کیا ہیں؟ صرف خالد ہونا چاہیئے۔ "عقیق یادداشتِ خالد" حرفِ شیرینِ خالد۔ حروفِ خالد وغیرہ۔

فریدہ عتیق تو چلی گئیں۔ کتابیں میرے پاس چھ پڑی ہوئی تھیں۔ انھیں نہیں دیں۔ اب دیکھیں قدرت کیا سبیل پیدا کرتی ہے؟ عکسی نقولِ فرقانِ جاوید میں نے لکھا تھا۔ دو ایک دن میں روانہ کردوں گا۔ مگر بقول شاعر (بہ تغیر الفاظ)

میں تو سمجھا تھا کہ ہوگا کوئی معمولی سازخم
تیرے دل میں تو بہت کام رفو کا نکلا

چند نقلیں دھندلی نکلیں۔ اصل پرچوں کی تلاش ہوئی۔ باقی تو مل گئے۔ حنا کے آٹھ دس پرچے نہیں ملے۔ شاید چند دن میں مل جائیں۔ نہیں تو انھیں چھوڑ کر باقی کے بھجوا دوں گا۔

میاں خالد کو خدا شاد و بامراد کرے۔ میں تو ہمیشہ ان کی سرفرازی و کامرانی کی دعا کرتا ہوں ——————

گرمی یہاں بہت ہے۔ البتہ آج صبح آندھی آئی۔ اور اس وقت بوندا باندی ہو رہی ہے۔ جس سے موسم خوشگوار ہو گیا ہے۔ (اس وقت صبح کے آٹھ بجے ہیں۔ میں تمھیں ہمیشہ صبح کے وقت لکھتا ہوں۔)

علی الصباح چو مردم بہ کاروبار روند
بلاکشانِ محبت بہ کوئے یار روند

رمضان کی آمد آمد ہے ۔
اور کیا گپ شپ ہے ؟

خالد

۲۰، جون ۱۹۸۳ء

عفت !

بہت دنوں سے تمھارے خط کا انتظار ہے ۔ میرا خط جس میں تین تراشے بھی تھے ۔ اُمید ہے مل چکا ہوگا۔ اور اب تک تو فرقان جاوید والا پیکٹ بھی مل جانا چاہیئے تھا! وہ یہاں سے ۴، جون کو ہوائی ڈاک کے ذریعہ بھجوایا گیا تھا۔ (یعنی بھجوانے کے لیے ڈاک خانے میں بھیجا گیا تھا) ۔ دہلی کی کتابوں کا کیا ہُوا ۔ ؟

کتنی کوفت ہوتی ہے ۔ جب چیز منزل پر نہیں پہنچتی !
مگر کسی چارہ گر کے پاس اس کا علاج بھی نظر نہیں آتا !
(ع   مقدور ہو تو ساتھ رکھوں نوحہ گر کو میں)

تمھاری پریشانی بھی برابر پریشان کر رہی ہے ۔ بینک کی قسط کا کیا بنا؟ اور ادھر اسٹور کا کیا حال ہے ؟ کون اس کی دیکھ بھال کر رہا ہے ؟

خدا تم پر مہربان ہو ۔ اور ان تنگیوں کے بعد اپنے وعدے کے مطابق تمھارے لیے فراخیاں پیدا کرے ۔
لیکن اسے اپنا وعدہ یاد کون دلائے (خاکم بدہن!)

آج صبح زیب النساء لاہور کے جولائی کے افسانہ نمبر میں تمھارا طویل و دلپذیر افسانہ "تقدیر" پڑھا ۔ جس کو تم نے اپنے پسندیدہ شعر پر ختم کیا ہے ۔

محبت تم سے کی میں نے ——————

عید غالباً کل ہو ۔ اس کی دلی مبارکباد قبول کرو ۔ میاں خالد کو پیار دو ۔ رمضان کیسے گزرے ۔ کتنے روزے رکھے ۔ میاں خالد نے کوئی روزہ رکھا ؟

آج کل کی نوجوان نسل تو دینی شعائر سے بالکل بے تعلق معلوم ہوتی ہے ۔ شاید ان کی بے اثری اور ان کے عاملوں کی بے عملی دیکھ کر ——————

اور کیا گپ شپ ہے ؟

"سیارہ" کیا واقعی ابھی تک نہیں ملا؟

فضل" بن اللہ سے میں نے پوچھا۔ وہ تو بڑے پُر اُمید تھے۔ کہ دونوں چیزیں پرچہ اور پیکٹ مل جائیں گی۔ اور یقیناً اَب تک مل چکی ہوں گی۔!

خالد

۱۱ر جولائی ۱۹۸۳ء

عفت!

میں پتے پر ہمیشہ ۵۰۰۰۱۲ لکھتا ہوں۔ البتہ پہلے انڈیا کے بعد لکھنا تھا۔ اَب آیندہ سے حیدرآباد کے بعد لکھا کروں گا۔

"فرمانِ جاوید" کے تراشے تمھیں ۱۳ر جون کو رجسٹرڈ بک پوسٹ سے بھجوائے ہیں۔ "سیارہ" والوں کی معرفت کہ شاید پرچے کی طرح ہی مشکل کشا ہو۔ اور پیکٹ دستبردِ رہزن سے محفوظ رہے!

کتابیں جن صاحب کے واسطے سے بھجوائی تھیں۔ ابھی فون پر ان سے گفتگو ہوئی۔ وہ خود حیرت زدہ ہیں۔ کہ ابھی تک پہنچیں کیوں نہیں؟ وہ ان صاحب کو خط لکھ رہے ہیں۔

کتابیں ان کی بیگم لے کر گئی تھیں۔

بیگم عتیق کے ہاتھ کتابیں میں نے نہیں بھجوائیں۔ تمھاری امانت کے طور پر میرے پاس ہی پڑی ہیں۔ کسی معتبر شخص کی تلاش ہے۔

میاں خالد کی شاندار کامیابی کا پڑھ کر دلی خوشی ہوئی خدا انھیں مزید کامیابیاں عطا کرے۔ اَب کیا عزائم ہیں۔ اسٹور میں مال کیوں نہیں تھا۔ یہ میں نہیں سمجھ سکا۔ جب بینک سے قرضہ لے کر اسے شروع کیا تھا۔ تو اس کا باقاعدہ حساب کتاب رکھنا چاہیئے تھا۔ اور پوری توجہ اور ذمہ داری سے اسے چلانا چاہیئے تھا۔ تاکہ اتنی یافت ہو کہ قرضہ مع سود واپس بھی ہو سکے۔ اور کچھ پس انداز بھی ہو۔ بات سمجھ میں نہیں آئی۔ لیکن تمھاری پریشانی دیکھ کر حلّالِ مشکلات سے دُعا ہے کہ کوئی سبیل کشائش کی پیدا کر دے۔ اور اپنی نیک بندی کو اور آزمائش میں نہ ڈالے۔

عنوان چشتی کا مقدمہ میں پڑھ چکا ہوں۔ انتظار حسین دلی گئے تھے۔ تو میں نے انھیں کتاب لانے کے لیے کہا تھا۔ سیارہ کے خالدہ نمبر میں جناب حامد اللہ افسر میرٹھی نے ایک بڑا جامع مضمون لکھا تھا۔ اس کا وہ حصّہ جو "گلِ نغمہ" سے متعلّق ہے۔ ملفوف ہے!

اور کیا گپ شپ ہے۔ تم اتنے بڑے بڑے پیچیدہ اور گمبھیر قسم کے ناول کیسے لکھ لیتی ہو؟ مجھے تو تم پر نہایت رشک آتا ہے۔ تمھارا ذہن کتنا زرخیز ہے۔ اور قلم کتنا چابک دست۔!

دین پروردگار کی، جسے دے!

رمضان کیسے جا رہے ہیں۔ یہاں تو شدید گرمی ہے!

خالد

۱۸ر جولائی ۱۹۸۴ء

عفت!

تمھارا معطّر و معنبر عید کارڈ ملا۔ میں تمھارے خط کا منتظر تھا۔ فرطِ شوق سے لفافہ چاک کیا۔ تو اندر سے صرف عید کارڈ نکلا۔

اس زحمت اور محبت کا نہایت شکریہ! لیکن خطوں کا کیا ہوا۔

ایک خط میں نے ۱۱ر جولائی کو عید سے ایک دن پہلے لکھا تھا۔ اُمید ہے اَب تک وہ بھی مل چکا ہوگا۔

"فرقانِ جاوید" کی رسید بھی نہیں آئی۔ دلّی کی کتابوں کا معاملہ بھی مشکوک ہی نظر آتا ہے۔ آخر رستے میں یہ سب چیزیں کہاں غائب ہو جاتی ہیں؟ کون سا ہاتھ انھیں اُچک لیتا ہے۔ کیا کوئی اَن دیکھی معاند طاقت بیچ میں حائل ہے؟

بڑی الجھن اور جھنجھلاہٹ ہوتی ہے۔

تمھاری طرف سے کوئی خبر آئے تو طمانیت سے مزید بات ہو۔

تم اپنی کہو کیسی ہو؟

خالد

عفت!

تمھارا مدہوش کُن خط (جسے خطوط کہنا چاہیئے) ملا۔ اسے پڑھ کر بے ساختہ ذہن میں یہ مصرع اُٹھا۔ اگرچہ بے جوڑ سا معلوم ہوتا ہے۔

کون ہوتا ہے حریفِ مئے مرد افگنِ عشق؟

تمھارا نازک پیکر کس کس سوز و ساز اور کس کس پیچ و تاب کا امین ہے۔ ہر بار اس کا ایک نیا رُخ۔ نئی آب و تاب کے

ساتھ سامنے آتا ہے۔ تمہاری ذات تو کشف و راز کا ایک مرموز مرقع ہے۔ جس میں تہ در تہ، پرت اندر پرت رنگ و بو کے نجانے کتنے چمن آباد ہیں۔ خدا انھیں شاداب و آباد رکھے!

دلی سے تاج الدین صاحب نے کتابیں بھجوادیں۔ بڑا کرم کیا۔ لیکن یہ مسعود احمد کا کیا مذکور ہے۔ میں نہیں سمجھ سکا۔ سیارہ ہوائی ڈاک سے فضل من اللہ نے بہت دن ہوئے بھجوا دیا تھا۔ اُمید ہے مل چکا ہو گا۔ میرے پاس اس کا جو تراشہ تھا۔ وہ ایک لحاظ سے نامکمل تھا۔ اس لیے میں نے نہیں بھیجا۔ چاہو تو بھجوا دُوں۔

اُمید ہے اب قید و بند کی حالت ختم ہو چکی ہو گی۔ محاصرہ اُٹھ چکا ہو گا اور زندگی اپنے معمول پر آگئی ہو گی۔

لب پہ آتی ہے دُعا بن کے تمنا میری کہ تم خیر و عافیت سے، ہمیشہ شاد و بامراد

صرصر حادثہ کی زد سے محفوظ رہو! حنا میں اس دفعہ تمہارے ناول کا ایک حصّہ شامل تھا۔ تمہارا ذہن کتنا زرخیز، قلم کتنا رواں، اور تحریر کتنی دلپذیر ہے۔ دیکھ کر حیرت ہوتی ہے۔ مبدا فیض نے تم پر بہت مہربانی کی ہے۔ اس ضمن میں!

اگرچہ زندگی کے شور و شغب اور روز و شب کے گرد و غبار میں ہمیں اس کا احساس نہیں ہوتا۔ دھواں جب چھٹتا ہے۔ اور فضا صاف ہوتی ہے۔ تو چیزوں کے خدوخال واضح ہو کر نظر آتے ہیں۔ اور جہاں سے ہم سرسری گزرے تھے۔ وہی جا، جہاں دیگر معلوم ہوتی ہیں۔

اور سیل و نہار کیسے ہیں۔ موسم اب تبدیل ہو رہا ہے۔ خنکی ہونی شروع ہو گئی ہے۔ وہاں کا کیا عالم ہے۔ حیدرآباد کا موسم شدید ہے یا معتدل رہتا ہے؟

میاں خالد کے شغل اشغال کیا ہیں۔

دُکان کی کیا صورت بنی؟ (خدا کرے کیا بنے بات جہاں بات بنائے نہ بنے) کی صورت ہو!

خالد

۱۱ر اگست ۱۹۸۳ء

عفت!

میں عجلت و پریشانی میں پچھلے خط میں بیاض کے اوراق کا ذکر کرنا بھول گیا۔ اور تم نے اس کا مطلب یہ نکالا کہ میں نے انھیں کوئی اہمیت نہیں دی۔ مجھے نادانستگی میں یہ غلط فہمی پیدا کرنے پر افسوس ہے۔ وہ تو حقیقت میں بہت نادر شے ہے۔ بقول شخصے

پیاس بجھتی ہے۔ پیاس بڑھتی ہے۔

مزید کے لیے ہمہ تن اشتیاق ہوں۔ تمھارا تو پورا خاندان ہی "رہ آفتاب" معلوم ہوتا ہے۔ خدا اس کے تمام لیواؤں کو نظر بد سے بچائے!

اب تمھاری طبیعت تو سنبھل چکی ہو گی۔ اور کاروبارِ حیات معمول پہ آ گیا ہو گا۔ خدا کرے کہ ایسا ہو۔ اور تمھاری جانِ عزیز کو سکھ کا سانس لینا نصیب ہو۔

دلّی والے صاحب کے بارے میں کیا کہا جا سکتا ہے؟ کوئی صورت نظر نہیں آتی۔

"سیارہ" کا نیا شمارہ چند روز میں آنے والا ہے۔ اس میں انھوں نے ایک مختصر سا گوشہ میرے لیے بھی مخصوص کیا ہے۔ اس میں چند خط بھی ہیں۔ جس میں تمھارا ایک خط بھی ہے۔ جو تمھاری اجازت کے بغیر میں نے انھیں دے دیا۔ امید ہے تم محسوس نہیں کرو گی!۔ اس میں اپنی نمائش مقصود نہ تھی۔ بلکہ تمھاری خوب صورت تحریر کا نمونہ دکھانا مدِ نظر تھا۔

پرچہ تمھیں پوسٹ تو ہو گا۔ اب دیکھیں کارپردازانِ ڈاک اس سے کیا سلوک کرتے ہیں؟ یہ بدنظمی دیکھ کر کتنی کوفت ہوتی ہے کتنا طیش آتا ہے۔ یہ بھی غنیمت ہے کہ "حنا" اور قومی ڈائجسٹ تمھیں مل رہے ہیں!

اور آج کل کیا کر رہی ہو۔ اور کیا لکھ پڑھ رہی ہو؟ وہاں کے کسی اہلِ قلم سے تمھاری رسم و راہ نہیں؟ کیا بالکل ہی تنہائی و تبتّل کی زندگی بسر کرتی ہو؟ کسی سے کوئی بے تکلفی کے مراسم نہیں؟ کوئی آدمی تو ایسا ہونا چاہیے جس کے پاس دل کے پھپھولے پھوڑے جا سکیں! لیکن شاید اہلِ عزیمت اس ضرورت سے مبرا ہوتے ہیں۔

تمھاری ہمت اور پامردی کی داد دیتا ہوں۔ خدا تمھیں مزید استقامت عطا کرے۔ اور اپنے وعدے کے مطابق "تنگی" کو "فراخی" سے بدل دے!

خالد

۲۹ر اگست ۱۹۸۳ء

عفت!

بارے تمھارے سوادِ خط دیکھا۔ جان میں جان آئی۔

خدا تمھیں ہر بلائے زمینی و آسمانی سے اپنے حفظ و امان میں رکھے۔ اور کشادہ رزق کی کوئی آبرومندانہ صورت پیدا کر دے!

معلوم نہیں تم لوگوں نے اس شخص پر اندھا اعتماد کیسے کر لیا؟

رسولؐ کا قول ہے۔ سوءِ ظن حزم ہے۔ اس کے ذریعے سے لوگوں کے شر سے بچو۔

بدگمانی کو پیمبرؐ نے کہا ہے احتیاط۔

خالد میاں۔ اس کے مرد بیگانہ ہوتے ہوئے بغیر احتساب و حساب کے اس کی زبانی باتوں پر یقین کرتے ہوئے زانوئے اشتر باندھنے کے بعد توکل کی منزل آتی ہے۔

خیر مضیٰ ما مضیٰ۔ سوائے دُعا کے ایک دُور اُفتادہ کیا کر سکتا ہے۔

چہ کند بے نوا ہمیں دارد۔

معلوم ہوتا ہے "فرقانِ جاوید" کا بُک پوسٹ ملا اور نہ سیارہ کی رجسٹری! تعجّب در تعجب! اب آدمی کس کا دامن پکڑے۔ اور کس کا گریبان چاک کرے؟

دلّی والے صاحب بھی عجیب ہیولے معلوم ہوتے ہیں۔ لوگوں کو حفظِ پیمان و اداے امانت کا پاس ہی نہیں؟!

ان صاحب سے ابھی ابھی بات ہوئی۔ جن کے ذریعہ سے کتابیں بھجوائی تھیں۔ بہت شرمندہ ہو رہے ہیں۔ اور پھر دلّی خط بھجوا رہے ہیں۔ کہہ رہے ہیں کہ آدمی تو ذمہ دار ہے۔ جانے کیا بات ہو گئی۔

اب تمھاری صحت کیسی ہے۔ تندرستی مقدم ہے ہر چیز پر۔

کہیں تمھاری ملازمت کی کوئی سبیل پیدا نہیں ہوتی؟ میاں خالد بہت سے ہنر جانتے ہیں۔ کسی کو کام میں نہیں لاتے؟ تمھاری طرف سے پریشانی بہت ہے!

خالد

---

۱۵ ار ستمبر ۱۹۹۳ء

عفت!

حیران ہوں کہ تمھاری اس بے پناہ محبت و ارادت کا جواب کیسے دُوں اور کیا دوں؟ اپنی بے مایہ ذات کو دیکھتا ہوں۔ اور تمھارے گرانمایہ الفاظ اور خلوص سے لبریز جذبات کو۔ اپنے آپ پر افسوس آتا ہے کہ میں کسی طرح بھی ان القاب و اسما دان صفات و نعوت کا اہل نہیں۔ مجھے تو اپنی زندگی کے رائیگاں جانے کا شدید المناک احساس ہے۔ لیکن اس رائیگانی کی شکایت کس سے ہو؟

کون چیخوں تو سنے گا مری آوازِ فُغاں

تہِ افلاکِ بریں، زیرِ سپہرِ گرداں؟

بہرحال تمھاری نیک نفسی کی، خوش اندیشی کی داد مجھ پر واجب ہے۔

دنیا میں قحطِ وفا کے باوجود کیسے کیسے خوبصورت ذہن و دل کے لوگ موجود ہیں۔ یہی زمین کا نمک ہیں۔ دنیا کی

رونق ہیں۔ زندگی کا حسن ہیں!۔

ستیارہ ابھی آیا نہیں۔ غالبا اگلے ہفتے تک، آجائے گا۔ آتے ہی متعلقہ حصہ الگ سے تمھیں بھجوا دوں گا۔ ویسے پرچے والے پرچہ بھی تمھیں بھیجیں گے!

تمھاری تصویر بہت دل کش ہے۔ کیا سادہ پرکار انداز ہے۔ جمال و کمال گلے مل رہے ہیں۔ ظاہر و باطن کی خوب صورتیاں چہرے پر کو دے رہی ہیں۔

ہم دُعا گو ہیں تمھارے خوش رہو۔

اوراق میں نے بہت دلچسپی سے پڑھے۔ خوب خوب دادِ سخن دی ہے۔ میں انھیں محفوظ رکھ رہا ہوں۔

میاں خالد کیا روٹھ گئے۔ ان کی تحریر درجہ بدرجہ بہتر ہو رہی ہے۔ مشق جاری رکھی تو تھوڑے دنوں میں صحت زبان پر قادر ہو جائیں گے!

اور کیا گپ شپ ہے۔

ماں بیٹا عید کی مبارک باد قبول کریں!

خالد

۱۲ر نومبر ۱۹۸۳ء

عفت!

تمھارا حیران کرنے والا، دل میں اُتر جانے والا، اور مسحور و سرشار کرنے والا خط ملا۔ تمھارا بے پناہ جذبہ مجھے مغلوب کر لیتا ہے۔ مجھے سپر انداز ہونے پر مجبور کر دیتا ہے۔ میں ایک بے ساز و برگ شخص تمھارے اس والہانہ اخلاص و سپردگی کا کیا جواب دوں؟

هَلْ جَزَاءُ الْاِحْسَانِ اِلَّا الْاِحْسَانُ!

محبت بھی ایک احسان ہے۔ موضوع محبت پر۔ اس کا بدلہ کیا ہو۔ سمجھ میں نہیں آتا۔ میرا ادالے بول لکھ کر تم نے گویا مجھے بالکل بے بس کر دیا۔ کس نے کہا تھا؟

ع   ترا مجبور کر دینا۔ مرا مجبور ہو جانا۔

خدا اپنے بے کراں فضل سے تمھیں نوازے۔ ایسا چاہت والا دل وہ کسی کسی کو عطا کرتا ہے۔

ذَالِکَ فَضۡلُ اللّٰہِ یُوۡتِیۡہِ مَنۡ یَّشَاءُ

"عشق توفیق ہے" کہنے والے نے غلط تو نہیں کہا تھا۔

تمہارا خط تو لفظ بلفظ میں کئی بار پڑھتا ہوں۔ اور ہر بار ایک نیا سرور حاصل کرتا ہوں۔

تمہارے دل میں جانے یہ بدگمانی کیسے پیدا ہوئی کہ میں اس کو بیچ میں چھوڑ دیتا ہوں۔

عشق است و ہزار بدگمانی

تمہارا دل بھی عجیب عجیب وہم اختراع کرتا ہے۔ کیوں نہ ہو افسانہ طرازی کا عادی ہے۔ تمہارے خط سے پہلے سلطان دہلوی آئے تھے۔ جن کے ذریعہ میں نے کتابیں بھجوائی ہیں۔ ان سے مسعود صاحب۔ کے بارے میں پوچھا۔ تو انہوں نے بتایا کہ انہی سے تو کتابیں لے کر تاج الدین صاحب نے حیدر آباد بھجوائی ہیں۔ یہ عقدہ بھی حل ہوا۔

کوئی اور صاحب ان کے بھروسے کے جا رہے تھے۔ وہ اور کتابیں لینے آئے تھے ان کے سپرد کرنے کے لیے۔ اب مجھے یہ بھی یاد نہیں تھا کہ کون کون سی کتابیں بھجوانا باقی ہیں۔ جو پہلے بھیجی تھیں ان کے نام بھی ذہن سے نکل چکے ہیں۔ جو کتابیں میں نے تمہارے لیے منگوا رکھی تھیں۔ وہ ایک صاحب ایک دن زبردستی لے گئے۔ جب سلطان صاحب آئے تو فوری طور پر انہوں نے کتابیں مانگیں۔ ناشر سے منگوانے کا بھی وقت نہیں دیا۔ میرے پاس چار پانچ اتفاق سے پڑی تھیں۔ وہی مع "ستارہ" میں نے ان کے حوالے کر دیں۔ دیکھیں تمہیں کب تک ملتی ہیں۔ اگر تم مجھے ان کتابوں کے نام لکھ بھیجو جو تمہارے پاس ہیں۔ تو باقی ماندہ کے لیے کوئی تدبیر کی جائے۔

اور تم کیسی ہو۔ تمہاری خانہ ویرانی کا پڑھ کر انتہائی ملال ہوا۔ معلوم نہیں اتنے معصوم، حسین اور دلنواز لوگوں پر زمانہ اس قدر ظلم کیوں ڈھاتا ہے۔ آزمانے کی بھی ایک حد ہوتی ہے۔

وائے۔ میرے غم خانے کی قسمت جب رقم ہونے لگی ——— لکھ دیا منجملہ اسباب ویرانی مجھے بھی اس "مجھے" میں ہر دور کا صاحب دل اور صاحب درد شامل ہے۔ تمہیں تسلی دینے والا لفظ مجھے نہیں ملتا۔ مصیبت بھیجنے والا ہی اسے سہارنے کا حوصلہ بخشتا ہے۔ تم کتنی صاحب ہمت ہو۔ تمہاری "نک بندی" بڑی خوبصورت ہے۔ ایسی تک بندیاں تمہیں اور کرنی چاہئیں۔ اور کثرت سے کرنی چاہئیں۔

اور کیا لکھ پڑھ رہی ہو۔ معاش کی کیا صورت ہے؟

خالد

---

۱۰ دسمبر ۱۹۸۴ء

عفت!

تمھارے قلم میں کتنی روانی، کتنی سحر آفرینی، کتنی مشاقی اور کتنی خلاقی ہے۔
میں تو دیکھ کر حیران رہ جاتا ہوں۔
جس نے بنایا تجھے، وہ کتنا بڑا ہے۔

ایسا دلِ گداختہ، ایسا نفسِ سوختہ، ایسا دیدۂ بینا، ایسا لبِ گویا کم ہی لوگوں کو عطا ہوتا ہے۔ خدا تمھیں ہمیشہ اپنے حفظ و امان میں رکھے۔ اور حاسدوں کے شر سے بچائے۔

برخوردار نے ماشاءاللہ اتنی سی مدت میں لکھنے میں بہت ترقی کی ہے۔ شوق اور لگن کے آگے کوئی کٹھن نہیں رہتی۔ خدا ان ات زندگی کی دوڑ میں ہر طرح کامیاب و کامران کرے۔ اور تمھارے لیے باعثِ افتخار بنائے۔

دو اڑھائی مہینے ہوئے میں نے ایک انٹرویو دیا تھا۔ پچھلے ہفتے چھپا ہے۔ ملفوف ہے۔ اس میں تمھارا ذکر بھی ہے۔
چھاپنے والوں نے وعدہ خلافی کرتے ہوئے اس کا آدھے سے زیادہ حصہ جو ان کی سمجھ میں نہیں آیا۔ حذف کر دیا۔ جو چھپا ہے اس میں بھی املاء کی بہت غلطیاں ہیں۔

اور کیا لکھ رہی ہو۔ کاروبارِ حیات کیسا چل رہا ہے؟ غم ہائے روزگار سے کچھ مخلصی کی صورت نکلی؟ معاش کی کیا شکل ہے۔ میاں خالد نے غالباً ابھی کوئی کام شروع نہیں کیا۔ — دلّی والے صاحب نے کتابیں بھیجیں کہ نہیں؟ میں ان کا پتہ دریافت کرنا بھول گیا۔ کسی وقت معلوم کروں گا۔

جواب تاخیر سے دے رہا ہوں۔
معذرت چاہتا ہوں!
اور کیسی ہو؟

خالد

۷، جنوری ۱۹۸۲ء

عفت!

تمہارا دل افروز خط ملا۔

شبنم شکیل کو میں نے تمہارا تاثر بتایا تو کہنے لگی کہ میرے لیے انہیں "حسد" کا لفظ استعمال نہیں کرنا چاہیئے تھا۔ زیادہ سے زیادہ "رشک" لکھ سکتی تھیں۔ یہ نقاد و شاعر عابد علی عابد مرحوم کی صاحبزادی ہیں اور یہاں ایک کالج میں اُردو پڑھاتی ہیں۔

اور کیا گپ شپ ہے۔

یہاں تو آج کل خشک سردی پڑ رہی ہے۔ اس پردیس "پردیش" میں کیا حال ہے؟

اس خط سے چند دن پہلے تمہارا خوب صورت اور جان نواز تہنیتی کارڈ بھی نئے سال کا ملا تھا۔ تمہاری محبت اور التفات کا کن لفظوں میں شکریہ ادا کروں۔

خدا تمھیں صحت اور عافیت کے ساتھ عمر دراز عطا فرمائے۔ کہ اس زمین کا حسن اِنہی خوش خصال لوگوں سے قائم ہے۔ جو "خدایگانِ جمال و خلاصۂ خوبی" ہیں۔

حالات کچھ معمول پر آئے؟

برخودار کے حوصلے بڑے بلند ہیں۔ خدا کرے کہ وہ بلند سے بلند تر ہوں۔ اور توفیق الٰہی ان کے شامل حال ہو۔

کیا لکھ پڑھ رہی ہو۔

فارقلیط کا کوئی نسخہ موجود نہیں!

میرا ذاتی نسخہ بھی نئے ایڈیشن کے لیے ناشر کے پاس ہے۔ اس میں سوڈیڑھ سو کے قریب اشعار کا میں نے اضافہ کیا ہے۔ اور کچھ حواشی بڑھائے ہیں۔

کاغذ کی گرانی اور کمیابی باعثِ تاخیر ہے۔

کتاب آنے پر پیش کر دوں گا۔

اور بھی چار، پانچ مجموعے کتابت کے مرحلے سے گزر کر اشاعت کے منتظر ہیں!

تم اپنے بارے لکھو!۔

خالد

---

۲۲ جنوری ۱۹۸۴ء

عفت!

تمہارا پریشانی کا خط ملا - جو میرے لیے بھی انتہائی پریشانی کا باعث ہوا۔ اب برخوردار کی طبیعت کیسی ہے۔ خدا جو شافیٔ مطلق ہے۔ اسے جلد از جلد مکمل صحت عطا فرمائے۔ تمہاری ذہنی اور قلبی کیفیت کس جوار بھاٹے کا شکار ہے۔ وہ تمہاری تحریر سے آشکارا ہے!

میں یہاں بیٹھا صرف دُعا ہی کر سکتا ہوں۔

تمہارے خط کا جواب بہت دن ہوئے میں نے دے دیا تھا۔ اُمید ہے اس دوران میں مل گیا ہو گا۔

معلوم نہیں تمھیں یہ وسوسہ کیوں ہو جاتا ہے کہ میں تمہاری کسی بات سے ناراض ہو گیا ہوں۔ یا ہو سکتا ہوں۔ تمھیں یہ خدشہ ہمیشہ کے لیے دل سے نکال دینا چاہیئے! میں تمہاری بات کا بُرا کیوں ماننے لگا۔ تمہارا خط تو اخلاص کا شاہکار ہوتا ہے۔ میں تو تمہارا دل سے ممنون ہوں۔ کہ تم میری بے مایہ ذات کو اس قدر قابلِ التفات سمجھتی ہو۔ اور اسے اس قدر (ناحق) ارادت کا درجہ دیتی ہو؟

خُدا تمھیں خوش رکھے۔ اور کسی صدمے سے دو چار نہ کرے۔

یہ چند سطریں عجلت میں تمہاری تسکینِ خاطر کے لیے لکھ رہا ہوں؟

خالد

یکم فروری ۱۹۸۴ء

عفت!

تمہاری خاموشی سخت باعثِ تشویش ہے!

خالد کی طبیعت کیسی ہے؟

خالد

---

۱۱ فروری ۱۹۷۴ء

عفت!

بارے خدا خدا کر کے تمہارا خط ملا۔ برخوردار کی شفایابی کا پڑھ کر اطمینان کا سانس لیا۔ اب ذرا احتیاط ملحوظ رکھنی چاہیئے۔ انشاءاللہ تھوڑے دنوں میں کمزوری رفع ہو کر صحت پورے طور پر بحال ہو جائے گی۔

زندگی انہی دکھوں، دردوں، پریشانیوں کا نام ہے۔ یہ کیوں ہیں؟ کس گنہ کی سزا ہیں۔ کچھ سمجھ میں نہیں آتا۔ آدمی کس سے داد رسی چاہے۔ اس نیلے آسمان کے نیچے تو کوئی نظر نہیں آتا۔ اُوپر والے کو شاید اپنے لاتعنا ہی کاموں سے فرصت ہی نہیں کہ اس حقیر ترین کرۂ خاک کی بے مایہ مخلوق کی طرف متوجہ ہو سکے۔ واقعی

کُلَّ یَوۡمٍ ھُوَ فِیۡ شَاۡن!

تمہاری پریشانیوں کو دیکھ کر بہت رنج ہوتا ہے۔ لیکن شاد و ناشاد، چار و ناچار اپنی صلیب ہر شخص کو خود ہی اُٹھانی پڑتی ہے۔

لَا تَزِرُ وَازِرَۃٌ وِّزۡرَ اُخۡرٰی

خدا تمہیں استقامت دے۔ حوصلہ دے۔ تندرستی و توانائی دے کہ گردش زمانہ کا "مردانہ" وار مقابلہ کر سکو!

پچھلے دنوں زیب النساء کے سالنامے میں تمہارا افسانہ "پرانا آسیب" دیکھا۔ بڑے دل کش اسلوب کا حامل ہے۔ اس میں تم نے میرے نام سے تین شعر دیئے ہیں۔

لیکن یہ شعر

آپ کی ذات کو اللہ سلامت رکھے
آپ جیسا نہ ملا کوئی مہرباں مجھ کو

مجھے اپنا بالکل نہیں لگتا۔ خصوصاً دوسرے مصرع میں مہرباں کو مہربان بروزن بیاباں باندھا گیا ہے۔ جو صریحاً غلط ہے۔ یہ کسی فلمی گیت کا بول معلوم ہوتا ہے۔ جو سہواً تم نے مجھ سے منسوب کر دیا۔

اور کیا حال احوال ہیں۔

میری پانچ چھ کتابیں جو غلام علی والے چھاپنے والے تھے۔ ابھی ان کی اشاعت کے کوئی آثار دکھائی نہیں دیتے۔ دیکھیں بطنِ شب سے خورشید کا نور ظہور کب ہوتا ہے۔

قرآن کا ترجمہ خدا کے فضل اور تمہاری دُعا سے پچھلے جمعہ کو مکمل ہو گیا۔

خالد

---

۲۶ فروری ۱۹۸۴ء

عفت!

تمہارا نامۂ خونیں نوا ملا۔

اسے پڑھ کر کتنی رنجیدگی، کتنی دل تنگی اور کتنی بے چارگی محسوس ہوئی۔

اسے لفظ بیان کرنے سے قاصر ہیں۔

معلوم نہیں۔ مشیت کے داد و ستد کے پیمانے کیا ہیں۔ اور نظامِ دہر کن اصولوں کے تحت چل رہا ہے۔ کچھ عقل کام نہیں کرتی!۔

تم پر کس تصور کی پاداش میں قافیۂ حیات تنگ سے تنگ تر کیا جا رہا ہے؟

کیا کیا جائے؟

اِک حرفِ دُعا ہے۔ جو تمہاری طرف رواں ہے۔

شاید تمہارا کوئی آنسو پونچھ سکے!

تمہارے زخم زخم دل کی کسی دھڑکن کو ڈھارس دے سکے!

میاں خالد اب کیسے ہیں؟

کیا اندھیرے کے چھٹنے کی کوئی موہوم صورت پیدا ہوئی!

تمہارے جواب کا انتہائی اضطراب سے منتظر!

خالد

یکم اپریل ۱۹۸۴ء

عفت!

تمہاری طبیعت کی خرابی کا پڑھ کر نہایت اضطراب ہوا۔ خدا کرے کہ اب تمہارے اعصاب رو بہ سکون ہوں۔ بیمار ہونے سے تو مسائل رفع نہیں ہو سکتے!

ان کے لیے تو ہمت ۔ اور اعتماد کی ضرورت ہے ۔ اعتماد اپنی ذات پر ۔ اور مساعی کی بار آوری پر ۔ اور حکیمِ مطلق کی ذات پر ۔

واحسرتا !

توشۂ خونِ تمنّا پرگزیدان ہم
جانے کس کے واسطے ہے سفرۂ لطف و کرم ؟

بواپسی ڈاک اپنی خیریت سے مطلع کرو !

خالد

۱۶؍اپریل ۱۹۸۴ء

اے اُمِّ خالد !

اپنی خیریت سے کر

خالد کو فوراً مطّلع

۱۰؍مئی ۱۹۸۴ء

عفّت !

جانِ من و جانانِ من !

کل تمہارا خط دیکھ کر بتا نہیں سکتا کہ کتنی راحت ، کتنا سکون اور کتنی مسرت ہوئی ۔ اس روشن و دل نواز سواد خط کے دیکھنے کو آنکھیں ترس گئی تھیں ۔ نجانے کیا کیا وہم و وسواس آرہے تھے ۔ اور دل کے اضطراب کو بڑھا رہے تھے ۔ تم نے جس کبیدگی و دل گرفتگی کا ذکر کیا ہے ۔ وہ کیفیت تمہاری ذکاوتِ حس کا فطری تقاضا ہے ۔ اس دنیا میں اس نیلگوں آسمان کے نیچے کوئی گوشۂ عافیت نہیں ۔ کہیں امن و انصاف نظر نہیں آتا ۔ دکھ درد ہے ، ظلم و ستم ہے ، جور و جبر ہے ،

پریشان خاطری و درماندگی ہے۔ جس کا کوئی مداوا نہیں، کوئی تریاق نہیں۔ دمِ عیسیٰ نہ دستِ شفا!

یونہی بہتا آیا ہے دھارا سمے کا
یہ دنیا سدا سے یونہی غم زدہ ہے

لیکن بہرحال زندگی سے محبت کم نہیں ہونی چاہیئے۔ ہر چیز کے باوجود، ہر ظلم و ناانصافی کے ہوتے ہوئے یہ دنیا حسین ہے۔ یہ زندگی دل فریب ہے۔ پھر یہ حسن و عشق کی گھاتیں کہاں ملیں گی؟ یہ چاندنی راتوں میں چوری چھپے ملاقاتیں کہاں میسّر ہوں گی؟ (یہ محض لفاظی ہے۔ بیانِ حقیقت نہیں، بلکہ اظہارِ حسرت!)

میں نے پہلے میاں خالد کے خط میں ایک شعر لکھا تھا۔

ہے غموں سے واسطہ لیکن سمجھتے ہیں کہ ہاں
موت کے غم سے ہیں کم دنیا میں جتنے بھی ہیں غم

میاں خالد کے اول آنے کی انتہائی خوشی ہوئی۔ خدا اسے یونہی کامرانیوں سے ہم کنار کرتا رہے۔ اور تمھارے لیے اس کے ذریعے ایک دریچہ خوشبوؤں کا وا کرے کہ نکہتِ گل سے مل کر تمہاری اپنی خوشبو دو آتشہ ہو۔

تم نے جسارت کے خط کا غیر ضروری طور پر زیادہ اثر لیا۔ یہ تو یونہی "چھیڑ خوباں سے" والا معاملہ ہوتا ہے۔ اس کے بعد ایک آدھ خط اور شائع ہوا تھا۔ تراشے کی نقل ملفوف ہے۔ اس کے بعد یہ بحث ختم ہو گئی!

ان باتوں کو اتنی اہمیت نہیں دینی چاہیئے۔ یہ ناموری کا تاوان ہے۔ شہرت کا لگان ہے۔ کسی ایک شخص کے دانستہ نادانستہ کوئی غلط سلط بات کہہ دینے سے کیا بگڑ جاتا ہے؟

وہ لطیفہ تو سنا ہو گا کہ ساری رات یوسف زلیخا کا قصہ بیان ہوتا رہا۔ صبحدم ایک شریکِ محفل سوال کرتے ہیں! حضرت زلیخا مرد تھی یا عورت؟ اس بھولپن کا کوئی جواب ہے؟

زیادہ مایوسی کو اپنے اوپر طاری نہ ہونے دو۔ خوشی اور غم یونہی جوار بھاٹا دکھلاتے ہیں۔ انشاء اللہ۔

چناں نماند و چنیں نیز ہم نخواہد ماند!

میاں خالد کو پیار دو!

خالد

---

۱۴ / جون ۱۹۹۲ء

عفت!

تمھارا خط واقعتاً — بادۂ سرجوش کا ہوتا ہے جامِ جاں فزا۔
لیکن تم جس بے پناہ ارادت اور محبت کا اظہار کرتی ہو! حقیقت یہ ہے کہ میں اس کا کسی طرح سے مستحق نہیں۔ تمھاری

والہانہ تحریر سے جو پیکر اُبھرتا ہے ۔ نجانے کس کا ہے ۔ کاش وہی ہوتا ۔ جو تم سمجھتی ہو ۔ مگر ـــــ

یکے کاشکے بود کہ بصد جا نوشتہ ایم

فارقلیط کا نیا ایڈیشن زیرِ طباعت ہے ۔ ان معنوں میں کہ اس کے پروف میرے پاس پڑے ہیں ۔ کاتب غلطیاں لگائے گا ۔ (غالباً وہ رمضان کے بعد ہی کہیں آئے گا ۔) تو دوبارہ دیکھوں گا ۔ اور پھر ناشر اسے پریس میں بھیجے گا ۔ اگر وہ مزید تعویق سے کام نہ لے تو دو تین مہینے میں اسے آجانا چاہیئے ۔ اس میں میں نے کچھ شعر بھی بڑھائے ہیں ۔ اور حواشی میں اضافہ بھی کیا ہے ۔ آخری ایڈیشن میں تو غالباً تھے ہی نہیں ۔ اس کے دوسرے ایڈیشن میں جو کراچی سے شائع ہوا تھا ۔ "الواح" کے نام سے کوئی ڈیڑھ دو سو صفحات کے حواشی تھے ۔ معلوم نہیں وہ ایڈیشن تمہاری نظر سے گزرا کہ نہیں ؟

"حدیثِ خواب" کے نئے ایڈیشن کے پروف بھی اس وقت میرے سامنے پڑے ہیں (میز پر) یہ اور "مزمورِ میرمغنی" کا نیا ایڈیشن بھی غالباً دو ایک مہینوں میں آجائیں ۔ خدا کرے ۔

اور بھی چار پانچ کتابوں کی اُمید ہے ۔ جو پہلے میں نے اپنے ہاتھ سے لکھی تھیں ۔ ان کی کتابت بھی ہو چکی ہے ۔ تصحیح کا کام باقی ہے ۔

"حسنًا با" کا نیا ایڈیشن آیا ہے ۔ وہ بھی انہی کتابوں کے ساتھ بھجواؤں گا !

"ستارہ" کا تازہ شمارہ ملا ؟

اور کیا گپ شپ ہے ؟

زیرِ گردوں ہمہ جا فتنہ و شر می بینم

معلوم نہیں ! اس کرۂ ارض کا کیا انجام ہونے والا ہے ۔ شاید قیامت کی گھڑی قریب آپہنچی ہے ۔

معلوم نہیں ! دنیا میں مہر و محبت کا اتنا قحط کیوں ہے ؟ یہ عمرِ گریزپا ، یہ حیاتِ مختصر ،

آدم کے شوریدہ سر بیٹوں کی نگاہوں میں اتنی کیوں کشکشتی ہے ؟ جیسے دیکھو "یم دوست" بنا ہوا ہے ۔

میاں خالد کیا کر رہے ہیں ؟ اب ان کی پڑھائی کس مرحلے میں ہے ۔ اُردو تو وہ بہت روانی اور صحت کے ساتھ لکھنے لگ گئے ۔ اب تو ماشاء اللہ قابلِ رشک ترقی کر چکے ہوں گے !

تمہاری طبیعت کیسی ہے ؟ وہ اعصابی تناؤ تو اُمید ہے اب رُو بہ اعتدال آچکا ہو گا ؟

دنیا کے لیل و نہار تو یونہی ہیں ۔

تہِ آسماں کون سکھ چین سے ہے ؟

عید کی مبارکباد ابھی سے دے دوں !

خالد

۱۲ر جولائی ۱۹۸۴ء

عفت!

معلوم نہیں میرا خط راستے میں کہاں اٹک گیا۔ پچھلے دنوں کی گڑبڑ کی وجہ سے ڈاک رُک گئی ہے۔ غالباً وہ بھی اسی کی لپیٹ میں آگیا۔ تمھاری انتظار کی کیفیت اور بے چین اور حساس، سیمابی طبیعت کا مجھے اندازہ ہے۔ اس لیے اس سلسلے میں کوتاہی کا مرتکب ہو کر تمھاری پریشانی میں اضافہ نہیں کر سکتا تھا۔ خدا کرے کہ اس اثنا میں وہ خط تمھیں مل چکا ہو!

تمھارا خوب صورت عید کارڈ بھی اس سے پہلے ملا تھا۔ اس تعلق خاطر، اس لطفِ خاص کا کس منہ سے شکریہ کیجیے۔ خدا تمھیں شاد و بامراد رکھے۔

شاعر نے کبھی کہا تھا۔

لے سانس بھی آہستہ کہ نازک ہے بہت کام
آفاق کی اس کارگہ شیشہ گری کا

واقعی آدمی بھاگ کر کہا جائے۔ ہے وہی شور و شر جہاں جائے۔

اور کیا گپ شپ ہے؟

تمھارے حالات کیسے ہیں۔ پوچھتے ہوئے شرم آتی ہے۔ اپنی نارسائی و بے توفیقی پر۔

خالد میاں کس حال میں ہیں؟ کوئی کورس ان کا مکمل ہوا؟ ان کی اُردو سے چاہت کا کیا بھاؤ ہے؟ بہت رواں اور شگفتہ لکھنے لگے ہیں! مشقِ سخن جاری رہنی چاہیے! کہ طبیعت یونہی صیقل ہوتی ہے!

تم نے اپنی قلمی سرگرمیوں میں بارے میں کبھی نہیں لکھا۔ کیا لکھ رہی ہو۔ اور کن پرچوں میں شائع ہو رہی ہو؟ یہاں کے ڈائجسٹ کبھی کبھی تمھاری کہانیاں نقل کرتے ہیں۔

تم بڑے دل کش، پُرتاثیر، اور خیال افروز اسلوب کی مالک ہو۔ قدرت نے تمھیں ژرف بیں نگاہ عطا کی ہے۔ اپنے آپ کو نظر انداز کر کے نعمتِ حیات کی ناقدری نہ کرو۔

اے ز فرصت بے خبر در ہر چہ باشی زود باش!

خالد